امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ حضرت مولانا امین اشرف قاسمی
■ مسجد کی مرکزیت اور ابدیت
■ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
■ ووٹ، ووٹرس اور شرعی نقطہ نظر
■ اخبار جہاں طب و سائنس، ہفتہ رفتہ
■ محبت اور چاشنی سے رشتہ کو مضبوط کیجئے
■ ہمت اور حوصلہ برقرار رکھیے
■ نوجوان نسل نے ہمیشہ ہراول دستے کا.....

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 40 مورخہ ۲۴؍صفر المظفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۲۰۲۰ء روز سوموار

آزادی کے نام پر عورتوں کا استحصال

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ و سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر

آج عورتوں کی آزادی کے نام پر، خود مختاری، تہذیب اور فیشن کے نام پر، آرٹ اور فن کے نام پر عورتوں کے جسم کے کپڑے کو اتارا جارہا ہے، اسے ایسا لباس پہنایا جارہا ہے، جس کے نتیجہ میں ستر پوشی کے بجائے جسم کے بعض حصوں کی نمائش ہوتی ہے، لباس کا ایسا ڈیزائن تیار کیا جارہا ہے، جس سے مردوں کی دلچسپی اور نظر بازی بڑھے، یہ حرکت ''اٹرکشن'' کے نام پر ہورہی ہے۔ صورتحال میں عجیب وغریب تبدیلی آئی ہے، مردوں نے عورتوں کا لباس اپنا رکھا ہے، اور عورتیں اپنا ستر مردوں کے برابر سمجھنے لگی ہیں، بلکہ اس سے بھی کم۔ ایک سازش کے تحت عورتوں کو کم سے کم لباس کا عادی بنایا جارہا ہے۔ ہوائی جہاز سے تشریف لارہے ہیں، راجدھانی ایکسپریس سے اتر رہے ہیں، جاڑے کا زمانہ ہو یا گرمی کا، گردن سے لے کر ٹخنوں تک بلکہ ایڑی تک صاحب کا چھپا رہتا ہے، اور عورت کا بازو بھی نظر آتا ہے، سینہ، کمر اور پنڈلی بھی نظر آتی ہے، اور وہ سب کچھ نظر آتا ہے، جسے چھپانا ضروری ہے۔ عورت کی آزادی کے نام پر عورت کو لہو ولعب، عیش وعشرت، کھیل کود اور تفریح کا سامان بنا دیا گیا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ عورتوں کو آزادی دی جارہی ہے، اسے بااختیار بنایا جارہا ہے، افسوس کی بات ہے کہ آج ایک معمولی صابن پر بھی صرف بیچنے کے لیے عورت کی آدھی ننگی تصویر چھاپ دیجاتی ہے، موٹر سائیکل کی خرید وفروخت بغیر عورت کی ننگی تصویر کے نامکمل ہے، مائک کا اشتہار بغیر عورت کی ننگی تصویر کے ادھورا ہے، اور یہ چیز تہذیب کا حصہ بن گئی ہے۔ اخبارات دیکھ لیجئے، ٹی وی، کمپیوٹر کو لے لیجئے، بے حیائی رگ وریشہ کے اندر سمائی نظر آئے گی، افسوس تو تب ہوتا ہے، جب یہ کہا جاتا ہے، کہ یہ تہذیب کا حصہ ہے، یہ اس ملک کا کلچر ہے، اور اس ملک میں کہا جاتا ہے، جس ملک میں سیتاجی کی عظمت اور عفّت کی قسم کھائی جاتی ہے۔ اور جس ملک کی اکثر دیویاں عورت ہی ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کو زمین میں زندہ دفن کرنے سے چودہ سو سال پہلے روکا تھا، کہ بچی کو زمین میں زندہ نہ گاڑو، لیکن آج کیا ہورہا ہے، مارکیٹ میں ایسی مشینیں آگئی ہیں، جن کے ذریعہ معلوم ہوجاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، چند سال پہلے کی بات ہے، صرف پٹیالہ شہر کے سال بھر کے جو اعداد وشمار سامنے آئے ہیں، ان میں آٹھ ہزار حمل گرانے کی بات سامنے آئی ہے، جس میں سے سات ہزار نو سو ننانوے حمل لڑکیوں کے تھے — صرف ایک شہر میں آٹھ ہزار حمل ایک سال میں گرائے گئے، اور سات ہزار نو سو ننانوے حمل لڑکیوں کے تھے، اور صرف ایک حمل لڑکے کا اور وہ جو ایک حمل لڑکے کا گرایا گیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ حاملہ یعنی ماں اس پوزیشن میں نہیں تھی کہ بچے کو جن سکے، سوچئے کیا ہورہا ہے؟ جس برائی کو ہمارے آقاؐ نے چودہ سو سال پہلے ختم کیا تھا، آج اسی برائی کو سماج نے گلے لگالیا ہے اور ہمارے سماج کے نمائندے یہ کہتے نہیں تھکتے کہ عورتوں کے حقوق دیئے جارہے ہیں، انہیں بااختیار بنایا جارہا ہے، انہیں آرٹ اور کلچر سے آشنا کرایا جارہا ہے، انہیں مغربی ممالک کے برابر لایا جارہا ہے، تاکہ دنیا کی دوڑ میں وہ مردوں کے شانہ بہ شانہ چل سکیں۔ یہ تہذیب ہرگز نہ ہندوستان کی تہذیب ہوسکتی ہے، نہ انسانیت کی تہذیب ہوسکتی ہے اور نہ اسلام سے اس کا دور کا بھی واسطہ ہوسکتا ہے۔

اگر عورت کو عظمت نہیں دی جائے گی، اگر عورت کی حیثیت تسلیم نہیں کی جائے گی، تو خاندان کے اندر شرافت نہیں رہ جائے گی، عورت کی کوکھ سے ہماری اولاد جنم لیتی ہے، لڑکے پیدا ہوتے ہیں اور لڑکی پیدا ہوتی ہے، اگر عورتوں کی عظمت ان اولادوں کے درمیان چاہے لڑکا ہو یا لڑکی، باقی نہیں رہے گی تو یقین مانئے گھر کا سسٹم، گھر کا نظام، گھر کی تہذیب، گھر کی تعمیر سب ادھوری، ناقص! نامکمل! اسلام نے عورتوں کی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔

ہم نے جس تہذیب کو قبول کرنا شروع کردیا ہے، اور ایک حد تک قبول کرلیا ہے، چاہے ہندو ہوں یا مسلمان یا عیسائی، ان کے مذہب کی تعلیمات اور ہدایات ایسی نہیں ہیں، نہ ان کا یہ طریقہ وطیرہ رہا ہے، پھر بھی صورتحال یہ ہے کہ سیلاب قدموں تک پہونچ چکا ہے، مگر پانی سے محفوظ رہنے اور بند باندھنے کی فکر سے آزاد ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ تہذیب اور مادی نقطۂ نظر اس دور کی بڑی نعمت ہے۔

صاحب دعوت امت کی حیثیت سے اس کمی اور کمزوری کا نوٹس ہم سبھوں کو لینا چاہئے اور عورتوں کے استحصال پر فکر مند ہونا چاہئے، آبرو باختگی کی جو تہذیب پھیلتی جارہی ہے، اسے روکنے کی منصوبہ بند کوشش کرنی ضروری ہے، تاکہ عورتوں پر زیادتی رک سکے، وہ محفوظ اور مطمئن زندگی گذار سکیں اور سماج میں شریف، باغیرت اور احترام کے ساتھ زندگی گذار سکیں۔

مغربی تہذیب کی یلغار نے مشرق کے سماجی ڈھانچہ کو متاثر کیا ہے، مادی طرز فکر اور ہر معاملہ میں مادہ اور معدہ کی ترجیح اور اس کے پیچھے ساری توانائی کو لگادینے کا جذبہ بڑے خراب نتائج لارہا ہے، اس تہذیب نے سماجی تانے بانے کو بڑی تبدیلیوں کی راہ پر لگادیا ہے، خاندانی نظام بکھر رہا ہے، رشتوں کا پاس ولحاظ، بڑے چھوٹے میں فرق مراتب کا احساس اور اس کے تقاضوں کو برتنے کا مزاج ختم ہوتا جارہا ہے، شہر میں یہ مصیبت پہونچ چکی ہے اور گاؤں دیہات کے لوگوں کا ذہن بادسموم سے متاثر ہورہا ہے اور ان کی زندگی اور رویہ میں تیزی سے فرق آرہا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ باپ بچوں کو غلطیوں پر ٹوکنے سے کتراتے ہیں، کسی تنبیہ اور باز پرس کی ہمت اب والدین بھی مشکل سے کرپاتے ہیں، موبائل کی موجودگی نے رابطوں کی بڑی سہولت پیدا کردی ہے، جس کا استعمال لڑکے اور لڑکیاں بڑی آسانی سے کرتے ہیں، جس کی وجہ سے گھروں میں طرح طرح کے مسائل سامنے آرہے ہیں، اور اخلاق وکردار پر چوٹ پڑ رہی ہے، ٹی وی نے بھی شہر سے لے کر دیہات تک کے گھروں میں برے اثرات چھوڑے ہیں، لباس کے ڈیزائن کا گاؤں تک پھیلاؤ اسی ٹی وی کی دین ہے، عریاں فلمیں اور اخلاق کو بگاڑنے والے انداز اور جملوں نے گھروں میں جگہ بنالی ہے، اور نئی نسل اس کی گرویدہ ہورہی ہے، ان ساری چیزوں نے مل ملاکر نئی تہذیب سے ماحول کو آشنا کرادیا ہے — ہماری ذمہ داری تو یہ تھی کہ نئی چیزوں کے استعمال میں خذ ما صفیٰ ودع ما کدر، اچھی چیزوں کو قبول کرنا اور بری چیزوں سے دور رہنے کے اصول کو قبول کرتے اور بھلائی برائی کے پیمانہ سے تمام چیزوں کو ناپتے، پرکھتے اور چھانٹتے۔

سب سے بہترین امت (خیر امت) کے فرد کی حیثیت سے ہمیں یہ کام کرنا چاہئے تھا، مگر ہم نے پرکھنے اور چھانٹنے کا کام کیا ہی نہیں، ہم نے دینی نقطہ نظر سے آنیوالی تہذیب کا مطالعہ کیا ہی نہیں، ایجادات کو قبول کرنے کے لیے ہم نے ہاتھ تو بڑھادیا، مگر اس کی بھلائی اور برائی کی حدوں کو متعین نہیں کیا، اور برے حصوں سے الگ رہنے کا ذہن نہیں بنایا — نتیجہ یہ ہے کہ جن مسائل سے دوسرے دوچار ہورہے ہیں، ہم بھی ان کی گرفت میں آرہے ہیں، جن بیماریوں سے دوسرے جوجھ رہے ہیں، ہم بھی ان کا شکار بنتے جارہے ہیں۔

جس تہذیب کے بارے میں آج بڑے تعریفی الفاظ کہے جاتے ہیں، جس تہذیب کی دہائی دی جاتی ہے کہ یہ تہذیب بڑی اچھی ہے، بہت بلند ہے، آپ نہیں جانتے کہ اس تہذیب نے فرد اور سماج کو کہاں پہونچادیا ہے، آج پوزیشن یہ ہے کہ U.S.A جسے عام زبان میں امریکہ کہا جاتا ہے، وہاں ۶۶؍فیصد بچے ایسے ہیں جو بتا نہیں سکتے کہ ان کے باپ کون ہیں، یہ بن باپوں کی بسائی جانے والی دنیا کیا تہذیبی دنیا ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں، آج چاہے جرمنی ہو یا فرانس، چاہے امریکہ ہو یا برطانیہ، انگلینڈ ہو یا روس، وہاں عورتوں کی حیثیت وہی ہے، جو ہمارے یہاں رومال کی ہوا کرتی ہے، رومال سے منہ پوچھا اور پھینک دیا، کوئی وزن نہیں، کوئی وقار نہیں، رومال میں جب تک صفائی ستھرائی ہے، ہم اسے جیب میں رکھتے ہیں، اور منہ پوچھتے ہیں، اور جب ذرا دھبہ آگیا، کنارے کردیا، ٹھیک یہی پوزیشن عورت کی ہوگئی ہے، اور عام عورت کو تو چھوڑیئے بہت زیادہ تعلیم یافتہ خواتین اقتدار اور تخت وتاج کی مالک خواتین تک کی مثالیں موجود ہیں، اور یہ سب ڈرامے اور تماشے آزادی نسواں کے نام پر ہورہے ہیں، یقیناً ہم اور آپ ایک ہندوستانی کی حیثیت سے اور ایک مسلمان کی حیثیت سے ان ڈراموں کو پسند نہیں کرسکتے، اس لیے ہمارے اندر اتنی جرأت ہونی چاہئے کہ ہم غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہیں اور تہذیب اور آزادی کے نام پر عورتوں کو ذلیل ہونے سے روکیں۔

(ماخوذ: اصلاح معاشرہ کی شاہراہ صفحہ ۱۴)

اچھی باتیں

''لفظوں کے بھی ذائقہ ہوتے ہیں، بولنے سے پہلے انہیں چکھ لیا کیجیے ☆ استاذ بادشاہ نہیں ہوتا مگر اپنے طلبہ کو بادشاہ بنا سکتا ہے ☆ دو چیزیں انسان کی پہچان بنتی ہیں؛ اس وقت کا صبر جب اس کے پاس کچھ نہ ہو اور اس وقت کا رویہ جب اس کے پاس سب کچھ ہو ☆ وہ شخص زندگی کی کوئی جنگ نہیں ہار سکتا جو برداشت کرنے کا فن جانتا ہو ☆ اللہ کی محبت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل چاہیے کہ اتنے گناہوں کے بعد بھی وہ ہمیں لوگوں میں عزت دیتا ہے۔''

(حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''مودی سرکار جس طرح کے فیصلے لے رہی ہے وہ ایک طرح سے آمرانہ رویہ کا آئینہ ہے تو کیا ہر محاذ پر ناکام ہوچکی یہ سرکار، ملک میں ڈکٹیٹر شپ کو بڑھاوا دے رہی ہے، یہ ایک بڑا سوال ہے، جس کا جواب مشکل نہیں، ہم پچھلے کچھ عرصہ سے حکمرانی کا جو انداز دیکھ رہے ہیں وہ اسی طرف اشارہ کرتا ہے، اس سرکار کو سوال سے بہت پریشانی ہوتی ہے، وہ چاہتی ہے کہ جو کچھ وہ کررہی ہے اس پر کوئی سوال نہ کرے اور جو سوال کرتا ہے اسے ملک دشمن قرار دے دیا جاتا ہے۔''

(م افضل، انقلاب ۲۸؍ستمبر ۲۰۲۰ء)

اللہ کی باتیں ، رسول اللہ کی باتیں

(مولانا رضوان احمد ندوی)

مال واولاد کی اندھی محبت سے بچئے

اے مسلمانو! تم کو تمہارے مال واولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کریں گے، وہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے اور ہم نے جو کچھ تم کو عطا کیا ہے، اس میں سے اس وقت سے پہلے کہ تم میں سے کسی پر موت آجائے، اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔ الآیۃ (سورۃ المنافقون :۹)

مطلب: دنیا میں دو چیزیں ایسی ہیں جو اکثر انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کردیتی ہیں، ایک مال کی محبت اور دوسرے اولاد کی محبت، بسا اوقات ان دونوں چیزوں کی محبت دل میں اس طرح رچ بس جاتی ہے کہ انسان اسی میں سرگرداں رہتا ہے، حالانکہ ان دونوں چیزوں سے محبت کوئی بری چیز نہیں ہے، جائز اور حلال طریقے سے مال کمانا کارثواب ہے اور اولاد تو اللہ کی بڑی نعمت ہے، لیکن ہاں ان دونوں چیزوں سے محبت حد فاصل کے ساتھ ہونی چاہئے، ان دونوں کی اندھی محبت میں اس طرح نہ کھو جاؤ کہ اللہ کی یاد سے غافل ہو جاؤ، نہ نماز سے دلچسپی باقی رہے اور نہ ہی آخرت کی پرواہ رہے، جو ایسا کرے گا، ان کے بارے میں قرآن نے کہا اولٰئک هم الخاسرون (یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں) کیونکہ انہوں نے آخرت کی عظیم اور بہت باقی رہنے والی نعمت کے بدلے میں دنیا کی حقیر اور فانی نعمتوں کو اختیار کرلیا، اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا، گویا اس پر سے سعادت اور کامیابی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، آیت کے دوسرے جزو میں کہا گیا کہ اللہ نے تم کو مال و دولت کی جو نعمت عطا کی ہے، اس کو راہ خدا میں خرچ کرتے رہو، اس سے جہاں مال کی باطنی تطہیر ہوگی، وہیں مال کی حد سے زیادہ محبت والفت بھی کم ہوگی، اسلئے کہ اللہ اور اس کے احکام کی تعمیل میں انسان کو غفلت میں ڈالنے والی سب سے بڑی چیز مال ہی ہے اب جب انسان مال خرچ کرے گا تو اس سے بلائیں بھی دور ہوں گی اور اس مال میں برکت بھی ہوگی، لیکن ہاں، یہ مال کا خرچ کرنا زندگی میں صحت و تندرستی کی حالت میں ہو ورنہ موت کے بعد یہ مال کچھ کام نہیں آئے گا، کیونکہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا صدقہ سب سے زیادہ اجر وثواب رکھتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے وقت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا جبکہ انسان تندرست ہو اور اپنی آئندہ ضروریات کے پیش نظر یہ خوف بھی ہو کہ مال خرچ کر ڈالا تو کہیں بعد میں خود محتاج نہ ہو جاؤں اور فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو اس وقت تک نہ ٹالو جب تک کہ روح تمہارے حلق میں آجائے اور مرنے لگو تو اس وقت کہو کہ اتنا مال فلاں کو دیدو اور اتنا مال فلاں کام میں خرچ کردو (مسلم شریف) ظاہر ہے کہ اب وہ دنیا چھوڑ رہا ہے، اب وہ مال اس کا نہیں اس کے وارثین کا ہے، اسلئے جو لوگ صاحب نصاب ہیں اور ان کے مال پر سال گذر چکا ہے ان کو چاہئے کہ وہ جلد از جلد مال کو خرچ کرکے مالی عبادت کی کوتاہی سے نجات حاصل کرلیں، موت وحیات کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، کب اور کس وقت داعی اجل کا پیغام آجائے اور چل بسے، اللہ تعالیٰ ہر صاحب مال کو اس کی توفیق بخشے۔

مبالغہ آرائی نہ کیجئے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اے لوگو! دین میں غلو کرنے سے اپنے کو بچاؤ، کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک کئے گئے (سنن نسائی)

وضاحت: شریعت نے کسی بھی عمل میں حد سے آگے بڑھنے کو ناپسند کیا ہے جس کو عرف میں غلو کہتے ہیں کہ کسی کام میں اپنی طاقت و بساط سے زیادہ لگ جانا اور پھر تھک ہار کر چھوڑ دینا نہ عقلمندوں کی علامت ہے اور نہ کامیابی کی، عبادت سے بڑھ کر کوئی نیکی کا کام نہیں ہے لیکن اسلام نے یہاں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھا کہ نہ اتنی زیادہ ہو کہ آدمی دوسرے دھندوں کے لائق نہ رہے اور اتنی کم ہو کہ حق سے غفلت ہو جائے، ایک صحابی ہیں حضرت عثمان بن مظعونؓ راتوں بھر نماز پڑھتے تھے اور دن کو روزے رکھتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو آپ نے انہیں طلب فرمایا اور کہا کہ اعتدال سے عبادت کرو، تمہارے ذمہ اور بھی حق ہیں انہیں بھی ادا کرو، قرآن مجید میں سخاوت وفیاضی اور انفاق کی تاکید کی گئی ہے، لیکن یہاں بھی غلو سے روکا گیا ہے، چنانچہ بندوں کے صفات میں ایک صفت یہ بیان کی گئی کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اس کے درمیان اعتدال پر قائم رہتے ہیں (الفرقان :۲۹) مطلب یہ ہوا کہ نہ بخالت سے کام لو کہ لوگ ملامت کرنے لگیں اور نہ خرچ کرنے میں زیادتی کرو کہ خود محتاج بن جاؤ اور بھیک مانگنے لگو، قرآنی تعبیر پر غور کیجئے کہ کہا گیا مَلُوْماً مَحْسُوْراً، ملامت کا نشانہ بنے ہوئے خالی ہاتھ بیٹھے رہ جاؤ، اعتدال اور میانہ روی صرف عبادت تک محدود نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا پاس ولحاظ رکھنا چاہئے، رفتار وگفتار میں بھی میانت ووقار ہو، نہ اتنی دھیرے ہو کہ لوگ ریاکار سمجھ بیٹھیں اور نہ اتنی تیز ہو کہ رفتار میں ٹھوکر لگ جائے اور گفتار میں زبان پھسل جائے، اسی طرح جب کسی شخص سے عقیدت ومحبت کا رشتہ قائم ہو جائے تو اس کی تعریف ومحاسن میں زمین وآسمان کے قلابے نہ ملایئے، ان کی خوبیوں کو بیان کرنے میں بھی اعتدال وتوازن کو برقرار رکھئے، حقیقت پسندی سے کام لیجئے، اسلئے کہ مبالغہ آرائی کرنے والوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت نکیر کی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے مبالغہ آرائی کرنے اور تکلف سے بنا بنا کر بولنے والوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت نکیر کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ سے زیادہ ان پر نکیر کرتے ہوئے کسی کو دیکھا اور میرا خیال ہے کہ عمرؓ تمام لوگوں سے زیادہ ان پر سخت تھے، انکے بارے میں خوف کرنے کی وجہ سے (طبرانی) گویا مبالغہ آرائی اور غلو پسندی کو کسی عہد میں بھی پسند نہیں کیا گیا بلکہ اعتدال پسندی کو فروغ دینے کی تعلیم دی گئی خیر الامور اوسطہا سب سے بہتر کام وہ ہے جسے معتدل طریقے سے انجام دیا جائے، چنانچہ حدیث شریف میں اسی لئے غلو سے روکا گیا کہ ماضی کی قومیں غلو کی وجہ سے ہلاک وتباہ ہوئیں، اس امت کو اللہ نے امت وسط بنایا ہے تا کہ وہ ہر عمل کو میانہ روی کے ساتھ انجام دیتے۔

دینی مسائل

(مفتی محمد احتکام الحق قاسمی)

کورونا انجکشن کا حکم

کورونا سے متأثر شخص کے صحت یاب ہونے کے بعد اس کے سفید خون کا پلازما لیا جاتا ہے، پھر اس کا ڈی این اے نکالا جاتا ہے، پھر کئی مرحلہ سے گذرنے کے بعد اس کو قدرتی خمیر کے DNA کے ساتھ جوڑا جاتا ہے جس سے وہ ایک دوسرے میں تحلیل ہو جاتا ہے، اس طور پر کہ اس کی کیفیت اور حقیقت وماہیت بدل جاتی ہے اور اس میں انٹی باڈیز قوت پیدا ہوتی ہے، پھر اسکو انجکشن کے ذریعہ کورونا مریض کو دیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس طرح انجکشن تیار کرنا اور مریض کے لئے اس کا استعمال شرعاً درست ہے یا نہیں، اس کی پاکی یا ناپاکی کا کیا حکم ہے؟

الجــواب وبالله التــــوفيق

صورت مسئولہ میں کورونا متأثرین کے لئے مذکورہ انجکشن تیار کرنا اور اس کا استعمال شرعاً جائز ودرست ہے، رہا اس کی پاکی وناپاکی کا مسئلہ تو چونکہ خون کا پلازما اور ڈی این اے دونوں کو کیمیکل وغیرہ کے ذریعہ تحلیل کردیا جاتا ہے اور بہت سارے مراحل گذرنے کے بعد اس حد تک اس میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے کہ خون کی حقیقت وماہیت باقی نہیں رہتی جیسا کہ سوال سے واضح ہے تو ایسی صورت میں شرعاً وہ پاک ہوگا، کیونکہ کسی چیز کی حقیقت وماہیت بدل جانے کے بعد اس کا سابق حکم باقی نہیں رہتا۔ لایکون نجسار ما د قذر ...ولا ملح كان خمارا او خنزيرا ولا قذر وقع فى بئر فصار حماة لانقلاب العين (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۲۱۷) فقط

شادی شدہ لڑکی کا دوبارہ نکاح کر کے ویڈیو بنا کر غریب بچی کی مدد کے لئے فنڈ حاصل کرنا

ایک آدمی غریب لڑکیوں کی شادی کے نام پر فنڈ حاصل کرتا ہے جس کے لئے وہ شادی شدہ لڑکی کا دوبارہ نکاح کرواتا ہے اس کی ویڈیو بنا کر بھیجتا ہے، اس پر جو رقم ملتی ہے اس کا سامان خرید کر غریب لڑکی کو دے دیتا ہے جو اس کی شادی کے موقع پر کام آتا ہے، شرعاً یہ درست ہے یا نہیں؟

الجــواب وبالله التــــوفيق

غریبوں کی مدد اچھی بات ہے لیکن اس کے لئے مذکورہ طریقہ اختیار کرنا شرعاً درست نہیں ہے، چونکہ یہ جھوٹ فریب اور دھوکہ پر مبنی ہے، جس کی شریعت میں قطعاً اجازت نہیں ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے: فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ (آل عمران پ:۳، آیت:۶۱) جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں: ”من غَشَّ فليس منى“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان حدیث: ۲۸۴)

لڑکوں کا لڑکی کی شادی میں خرچ کے بعد رقم کا مطالبہ

لڑکی کی شادی میں تقریباً ۵/لاکھ روپے خرچ ہوئے جو میری ذاتی ہے کسی لڑکے سے ایک روپیہ بھی نہیں لیا، دو لڑکی شادی کیلئے ابھی باقی ہے اور موجودہ حالات میں بغیر کچھ دیئے ہوئے لڑکیوں کی شادی مشکل ہے، اب لڑکے کہتے ہیں کہ ۵/۵ /لاکھ روپئے یا اس کے بقدر زمین ہم تینوں لڑکوں کو بھی دیجئے ورنہ ناانصافی ہوگی اور عند اللہ آپ کی پکڑ ہوگی، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجــواب وبالله التــــوفيق

ایک ہے ہبہ اور ایک ہے کفالت، دونوں میں فرق ہے، ہبہ میں باپ کو یہ حکم ہے کہ جب تم اپنی اولاد کے درمیان کوئی چیز تقسیم کرو یا ان کو دو تو مستحب یہ ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی سب کو برابر، برابر دو، البتہ ان میں کوئی زیادہ حاجتمند ہو تو اس کی حاجت وضرورت کا خیال رکھتے ہوئے کچھ زیادہ دیا جا سکتا ہے، ورنہ عام حالات میں عدل ومساوات کو قائم رکھنا ہے، کسی کو نقصان اور تکلیف پہونچانے کی غرض سے کمی بیشی صحیح نہیں ہے۔

وذهب الجمهور الى أن التسوية مستحبة فإن فضل بعضاصح وكره وحملوا الامر فى حديث النعمان على الندب والنهي على التنزيه (اعلاء السنن، كتاب الهبة ١٦ /٩٧)

وروى المعلى عن ابى يوسف انه لاباس إذا لم يقصد به الاضرار وإن قصد به الاضرار سوى بينهم يعطى الابنة مايعطى لابن وعليه الفتوى (الفتاوى الهندية ۴/ ۳۹۱)

جبکہ اولاد کی کفالت باپ کے ذمہ واجب ہے اور لڑکا ولڑکی دونوں کی کفالت میں فرق ہے، عام حالات میں لڑکے کی کفالت اس کے بلوغ تک ہے، جبکہ لڑکی کی کفالت نکاح تک ہے، نکاح ہونے تک اس کا نفقہ اور شادی وغیرہ کا سارا انتظام باپ کے ذمہ واجب ہے، باپ حالات اور ضرورت کے لحاظ سے خرچ کر سکتا ہے، ان کی اس بات پر گرفت نہیں کی جا سکتی ہے کہ آپ نے لڑکیوں کی شادی میں جتنی رقم خرچ کی اتنی رقم لڑکوں کو کیوں نہیں دیا اور عدل ومساوات کو قائم کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ یہ نہ تو ہبہ ہے اور نہ ہی لڑکوں کو ضرر ونقصان پہونچانا ہے، بلکہ شادی کے اخراجات کی تکمیل ہے جو بہ حیثیت کفیل شرعاً باپ کے ذمہ لازم ہے اور باپ ان اخراجات کی تکمیل کے لیے اپنی مملوکہ اشیاء میں تصرف کا پورا اختیار رکھتا ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں لڑکیوں کی شادی وغیرہ کے انتظامات میں آپ نے جو رقم خرچ کی ہے لڑکوں کا اس کے بقدر رقم یا زمین کا مطالبہ غلط اور بے بنیاد ہے: ”ونفقة الاناث واجبة على الآباء مالم يتزوجن إذا لم يكن لها مال (هنديه / ۵۶۳)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان
ہفتہ وار نقیب
پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 40 مورخہ ۲۴/صفر المظفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۲/اکتوبر ۲۰۲۰ء روز سوموار

نئی نسلوں کی بے راہ روی

اس وقت ہمارے معاشرہ میں بہت سی ایسی سماجی برائیاں پیدا ہوگئی ہیں جس نے معاشرہ کی روحانی اور اخلاقی قدروں کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا شروع کردیا ہے۔ بے راہ روی، انارکی اور خود پسندی سے سماج کا امن وسکون تباہ وبرباد ہورہا ہے۔ اگر معاشرہ کے صاحب کردار افراد نے اس کے اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں نکالی تو بعید نہیں کہ کچھ عشروں کے بعد ہم اپنا ملی تشخص تک کھودیں اور انسانیت دم توڑ دے، اس وقت معاشرہ میں جہاں کرپشن وجرائم کی گرم بازاری ہے تو وہیں دوسری طرف نئی نسلیں دین واخلاق سے عاری ہوتی جارہی ہیں، وہ جوانی کی امنگوں میں کثرت سے منشیات کا استعمال کررہی ہیں ان میں سگریٹ نوشی، گٹکا خوری کی ایسی لت پڑتی جارہی ہے کہ ان اشیاء سے پیدا ہونے والے مضر اثرات کا تصور ختم ہوتا جارہا ہے، آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ چوک وچوراہے پر اور ہوٹلوں میں ۱۲/۱۵ سال کی عمر کے لڑکوں کے ایک ہاتھ میں چائے کی پیالی ہوتی ہے اور دوسرے ہاتھ میں جلتی ہوئی سگریٹ۔ چائے نوشی اور سگریٹ کشی ایک کے بعد ایک کا شوق پورا کیا جاتا ہے اور ان دونوں کی بدمزگی سے اپنے نفس کی لذتوں کو تسکین بہم پہنچا رہے ہیں۔ کچھ نوجوان ایسے بھی دیکھے گئے، جو اس قبیح حرکت وعمل کے لئے دوست واحباب کی محفلیں جماتے ہیں، خوش گپیاں کرتے ہیں، بے لاگ تبصرے وتجزیے ہوتے ہیں اور انجام سے بے خبر رہتے ہیں۔ یہی حال گٹکا اور پان مسالہ کھانے والے نوجوانوں کا ہے کہ وہ سڑی گلی نشہ آور چھالیوں کے بند پریوں کو پھانکتے ہیں اور اپنی صحت وجوانی کو برباد کرتے ہیں۔ اخبارات ورسائل کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ نشہ آور اشیاء کے استعمال سے نت نئی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں۔ پھر اس کے بعد موت واقع ہوجاتی ہے۔ عالمی صحت تنظیم کے ایک سروے رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا میں ہر برس تقریباً تیس لاکھ افراد تمباکو، گٹکا استعمال کرنے کی وجہ سے مہلک بیماریوں کے شکار ہورہے ہیں، پھیپھڑوں کے سرطان (کینسر) کا اندیشہ بڑھتا جارہا ہے اور اس کے نتیجہ میں اموات واقع ہورہی ہیں۔ بھلا بتائیے کہ یہ کون سی دانشمندی ہے کہ محنت کی کمائی سے موت کے لئے اسباب پیدا کریں، یا کم ازکم حقیر سی لذت قلب کی تسکین کے لئے گاڑھی کمائی کو برباد کریں۔ اس لئے منشیات کی روک تھام کے لئے اگر ایک جانب حکومت نئی نئی اسکیمیں بنارہی ہیں تو دوسری طرف سماج کے با اثر شخصیات کو سماجی اصلاح کی تحریک پر زور دینا چاہئے ورنہ اگر ہماری یہ نئی نسلیں اسی طرح ضائع ہوتی رہیں تو سماج کے لئے حرماں نصیبی ہو گی۔ اسلام نے حفظان صحت اور جان ومال کی قدر کرنے کی بڑی تعلیم دی ہے اور اس کے ضیاع کو حرام قرار دیا ہے، پس ایک پاکیزہ اور صالح معاشرہ کی علامت یہ ہے کہ انسان اوصاف حمیدہ کا خوگر بنے، برے اور لایعنی کاموں سے گریز کرے۔

اسی طرح اگر دوسری سماجی برائیوں کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ نوجوانوں میں رشتوں کی پاک دامنی کا تصور بڑوں اور بزرگوں کا ادب واحترام سب مفقود ہوتا جارہا ہے، انہیں از کار رفتہ سمجھا جاتا ہے، جس کے باعث خاندانی نظام کے تانے بانے کمزور پڑتے جارہے ہیں۔ اگر ہم اپنے بڑوں اور بوڑھوں کو سایہ رحمت سمجھیں تو معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ ہوجائے۔ اسلام نے بزرگوں کی عزت وتوقیر کا حکم دیا ہے مثلاً اگر کوئی بوڑھا کہیں کھڑا ہو اور آپ بیٹھے ہوں تو ان کو اپنی جگہ پر بیٹھائیں اگر آج آپ نے ان کی تعظیم وتکریم کی ہے تو کل جب آپ عمر رسیدہ ہوں گے تو آپ کی عزت کی جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو نوجوان کسی بوڑھے شخص کی اس کی عمر کی رعایت کرتے ہوئے تعظیم کرے گا تو جب وہ نوجوان اس عمر کو پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی ویسا ہی انتظام فرمائیں گے، نسلیں جو ملک وملت کا قیمتی اثاثہ ہیں ان کی حفاظت کی جائے تاکہ ان کی صلاحیتوں سے مستقبل میں امت کو فائدہ پہنچ سکے۔

آذر بائیجان پر بمباری

کئی دنوں سے آرمنیا اور آذر بائیجان کے درمیان نگورنو- قاراباخ Nagorny Karabakh پہاڑی خطہ کی حقیت کے معاملہ کو لے کر جنگ جاری ہے، اس جھڑپ اور بم باری میں آذر بائیجان کے متعدد فوجی ہلاک ہوگئے، اس کے جنگی اسلحوں کو کافی نقصان پہونچا اور سرحد پر واقع شہری، رہائشی علاقوں میں کئی بے قصور انسانی جانیں بھی ضائع ہوگئیں، اس جنگ میں دنیا کی دلچسپی اس لئے ہے کہ اس علاقہ سے کچے تیل اور قدرتی گیس کی پائپ لائن نکلتی ہے، اس لیے ان دونوں ممالک کے درمیان تھوڑے تھوڑے وقفہ سے جنگ بھڑکتی رہتی ہے، اگر میدان جنگ میں آرمنیا کا پلڑا بھاری ہوا تو مغربی میڈیا اور مغربی سیاست داں صرف نظر کرتے ہیں، لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو آذر بائیجان پر دباؤ ڈالا جاتا ہے، اس وقت بھی یہاں یہی صورت حال ہے، اصل میں یہ دونوں ممالک سابقہ سوویت یونین کا حصہ تھے، لیکن سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد یہ دونوں ممالک آزاد ہوگئے، آرمنیا میں عیسائیوں کی اکثریت ہے، جبکہ آذر بائیجان مین سنتانوے فیصد مسلمان رہتے ہیں، علاحدگی کے بعد دونوں ممالک کے درمیان نگور- قاراباخ خطے پر تنازعہ پیدا ہوا، آرمنیائی نسل کے لوگوں نے طاقت کے بل پر اس پر قبضہ کرلیا، حالانکہ بین الاقوامی قوانین کے مطابق یہ خطہ آذر بائیجان کا حصہ ہے، مگر آرمنیا اس کو تسلیم کرنے سے انکار کررہا ہے، اس لئے قانونی لحاظ سے زمین کو خالی کرنے کا حق آذر بائیجان کو حاصل ہے، جس کے نتیجہ میں یہ جھڑپیں ہورہی ہیں، اگر یہ جنگ لمبی چلی تو فرانس کی طرح روس بھی آرمنیا کی مدد کے لئے میدان میں اتر سکتا ہے، گرچہ اس وقت وہ توازن کی سیاست کررہا ہے، دوسری طرف ترکی آذر بائیجان کا پرانا دوست ملک ہے اور وہ اپنے دوست ملک کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑنا چاہتا ہے، بہر حال ان حالات میں سلامتی کونسل کے ممبران نے فریقین سے امن قائم کرنے کی اپیل کی، مگر کیا اپیلوں سے امن قائم ہوجائے گا، اقوام متحدہ کو چاہیے کہ وہ آرمنیا پر دباؤ بنائے کہ وہ اس کو خالی کردے، تاکہ خطہ میں ماحول خوشگوار رہو، کیونکہ جنگ کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے، اور نہ ہی اس سے کوئی نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے، سوائے اس کے کہ معاشی واقتصادی نقصان ہوگا، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں مل سکتا۔

ہاتھرس اجتماعی آبروریزی

یوں تو پورے ملک میں قانون کی حکمرانی نے دم توردیا ہے، خاص کروہ صوبے جہاں بی جے پی اقتدار میں ہے، ہاتھرس، بلرام پور اور بھدوہی اجتماعی آبروریزی اسی لاقانونیت کا نتیجہ ہے، ہاتھرس میں دلت لڑکی کو چار ظالموں نے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا، اس کی زبان کاٹ دی اور پھر تڑپا تڑپا کر مار ڈالا، پولیس محکمہ نے دوسری زیادتی یہ کی کہ اس کی لاش گھر والوں کے حوالہ کرنے کے بجائے رات کی تاریکی میں اس کی آخری رسومات ادا کردی، اس دوران اس کے گھر والوں کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیا گیا، ضلع انتظامیہ نے میڈیا اور سیاسی قائدین کو لڑکی کے گھر جانے سے روکا، حزب مخالف کے لیڈر راہل گاندھی کو وہاں جانے سے روکنے کے لیے طاقت کا استعمال کیا اور ان کے گریبان میں ہاتھ ڈالا، پرینکا گاندھی کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کیا گیا، گوکئی دنوں کے بعد انہیں وہاں جانے کی اجازت دی گئی، جب پورا ملک ماضی کے نربھیا کیس کی طرح سڑک پر آیا، احتجاج، دھرنے اور مظاہرے کا سلسلہ شروع ہوا، یوگی حکومت کے استعفیٰ کی مانگ نے زور پکڑا تو اترپردیش حکومت کی آنکھ کھلی، اس نے ہاتھرس کے اس پی، ڈی اس پی اور سات پولیس والوں کو معطل کیا اور اس واقعہ کی جانچ سی بی آئی کے حوالہ کی گئی۔

اس اجتماعی آبروریزی کے مجرم بڑی ذات کے چار بگڑے لڑکے ہیں، اس لیے ان کو بچانے کے لیے بی جے پی نے اپنی ساری طاقت لگادیا ہے، مہا پنچایت کے نام پر متاثرہ کے خاندان کو ڈرانے دھمکانے کا سلسلہ جاری ہے اور مہا پنچایت میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ آبروریزی ہوئی ہی نہیں، تھوڑی بہت مارپیٹ ہوئی تھی، یہ حقائق سے انکار کی بدترین مثال ہے۔

اس پورے معاملہ میں پولیس کا رویہ سب سے زیادہ خراب رہا، پہلے پولیس مجرموں کا ان کاؤنٹر کرکے معاملہ ختم کردیتی تھی، اس معاملہ میں اس نے لڑکی کو آگ کے حوالہ کرکے سارے ثبوت مٹادیے، متاثرہ لوٹ کر نہیں آئے گی لیکن اس کے خاندان کو انصاف ملنا چاہیے، اچھی بات یہ ہے کہ عدالت نے خود ہی اس کیس کا نوٹس لیا ہے، مقدمہ سپریم کورٹ میں بھی داخل کیا گیا ہے، اللہ کرے عدالت اس قسم کی لاقانونیت کے خلاف موثر اقدام کرنے کو حکومت کو کہے تاکہ اس قسم کے دردناک واقعات سے سماج کو بچایا جاسکے، اور بیٹی بچاؤ کا نعرہ صرف کاغذی بن کر نہ رہ جائے۔

زرعی قانون کے خلاف تحریک

آخر کار مرکزی حکومت نے لوک سبھا اور راجیہ سبھا سے زرعی اصلاحات سے متعلق تین بلوں کو پاس کرالیا، اپوزیشن پارٹیوں نے ان بلوں کے خلاف زبردست احتجاج کیا، مگر سرکار نے سنی ان سنی کرکے صوتی ووٹنگ کے ذریعہ منظور کرلیا، حالانکہ اس کے اتحادی شرومنی اکالی دل نے بھی اس بل کی مخالفت کی حتی کہ مرکزی وزیر ہرسمرت کور بادل نے کابینہ سے استعفی بھی دے دیا، اس کے باوجود حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی اور یہ دلیل دیتی رہی کہ ان بلوں سے کسانوں کو فائدہ پہونچے گا کہ کسان اپنی فصلوں کو منڈی کی قیمت پر مارکیٹ سے باہر کہیں بھی فروخت کرسکتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے کسان کو بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا، کیا ہریانہ کا کسان بہار کے کسان سے مال خریدے گا، یہ ممکن نہیں ہے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ غلوں کے نمونے لے کر منڈیوں کا چکر کاٹتا رہے گا، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس بل کے ذریعہ کسانوں کو بے وقوف بنایا جارہا ہے، بلکہ اس کے ذریعہ حکومت سرمایہ کاروں کو نفع پہونچانے کی کوشش کررہی ہے، اس کے بعد یہ ہوگا کہ زرعی شعبہ بھی ملک کے بڑے کاروباریوں کے ہاتھوں چلا جائے گا، انہیں بنیادوں پر ہریانہ، پنجاب سمیت ملک کی دوسری ریاستوں کے کسانوں نے ان بلوں کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور اس کو واپس لینے کا دباؤ بنایا جارہا ہے، اگر حکومت نے ان بلوں کو واپس نہ لیا تو اس سے جہاں کسان دشواریوں میں مبتلا ہوں گے، وہیں یہاں کی معیشت تباہ ہوگی، اس لئے حکومت خواب وخیال کی دنیا سے باہر نکلے اور زمینی سطح کے حقائق کو سمجھے اور ہٹ دھرمی سے باز آئے۔

۲۷/لوگوں کے انتخاب لڑنے پر پابندی

اس وقت بہار میں اسمبلی انتخابات کی تیاریاں زور شور سے چل رہی ہیں، سیاسی پارٹیاں میدان کو سر کرنے کے لیے امیدواروں کے ناموں کی فہرست کو حتمی شکل دینے میں جٹی ہوئی ہیں کہ کون کس حلقہ میں موثر رول ادا کرسکتا ہے، اس ضمن میں جو لوگ معیار پر پورے نہیں اتر رہے ہیں انہیں کنارے بھی کیا جارہا ہے، ابھی یہ سب چل ہی رہا تھا کہ اسی درمیان الیکشن کمیشن نے ۲۷/لوگوں کے انتخاب لڑنے پر تین سال کے لئے پابندی عائد کردی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ماضی میں انتخاب کے دوران انتخابی شرائط پر عمل نہیں کیا، دراصل انتخاب کے بعد ۳۰/دنوں کے اندر امیدواروں کو خرچ کی مکمل تفصیلات جمع کرنی ہوتی ہیں، تفصیلات نہیں دینے کی وجہ سے ضابطے کے مطابق ان لوگوں پر عوامی نمائندہ ایکٹ ۱۹۵۱ کی دفعہ ۱۰ اے کے تحت کارروائی کی جاتی ہے، اس ایکٹ کے تحت ان ستائیس لوگوں کو کمیشن نے الیکشن لڑنے سے روک دیا جن کی فہرست اخبارات میں بھی شائع ہوئی اور ضلع مجسٹریٹ کے پاس بھی بھیج دی گئی تاکہ پرچہ نامزدگی کے وقت ان اصحاب پر گہری نظر رکھی جائے، اگر ایسے لوگ پرچہ داخل کرتے ہیں تو ان کی امیدواری کو کالعدم قرار دی جائے، الیکشن کمیشن نے بہت اچھا فیصلہ لیا، لیکن اس کے ساتھ اگر وہ مجرمانہ ریکارڈ رکھنے والے نامزد داغی امیدواروں پر بھی شکنجہ کس دے اور ان کے خلاف بھی کارروائی کرے تو اس کے مثبت اور خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے، کیونکہ ارکان پارلیامنٹ سے لے کر ممبران اسمبلی تک بیشتر ایسے لوگ ہیں جن پر فوجداری مقدمات چل رہے ہیں اور پولیس خوف کے سبب ان کو گرفتار نہیں کررہی ہے، اگر الیکشن کمیشن پہلے ہی ایسے لوگوں کے انتخاب لڑنے پر پابندی عائد کردیتا ہے تو قانون ساز اداروں میں صاف ستھرے شبیہ والے عوامی نمائندے جائیں گے، ان حالات میں عوام الناس کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں صاحب کردار، سیکولر مزاج کے حامل امیدواروں کے حق میں اپنا ووٹ دیں تاکہ وہ آپ کی صحیح اور سچی نمائندگی کرسکیں۔

یادوں کے چراغ ✍ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حضرت مولانا محمد امین اشرف قاسمی - ایک شخص ایک کارواں

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس ارباب حل وعقد کے رکن، دعوۃ الحق ایجوکیشنل چیریٹبل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ کے چیئر مین، ادارہ دعوۃ الحق مادھوپور سلطان پور ضلع سیتامڑھی کے بانی وناظم، مدرسہ نعیمیہ عزیزیہ ٹھکہا مجھور ضلع سیتامڑھی و جامعۃ حراء سسولی کے رکن شوریٰ، جامعۃ حرا ایجوکیشنل اینڈ چیریٹبل ٹرسٹ سسولی اورائی ضلع مظفر پور کے ٹرسٹی، جان علی اسٹیٹ مادھوپور سلطان پور کے متولی، علاقہ میں دینی تعلیم کی ترویج واشاعت کے روح رواں، خوش اخلاق، خوش پوشاک، ملنسار، خورد نواز، حضرت مولانا قمر الزماں الہٰ آبادی اور منشی یعقوب صاحب مدرسہ بحر العلوم اصیل پور میرٹھ کے خلیفہ ومجاز، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد امین اشرف قاسمی بن حاجی محمد ابراہیم (ولادت ۱۹۱۰۔وفات ۳۰/ جولائی ۱۹۹۳) بن حاجی جان (وفات ۱۹۲۰) بن عبدالقادر بخش رحمہم اللہ نے ۲۰/ستمبر ۲۰۲۰ء مطابق ۲/صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز اتوار بوقت ساڑھے آٹھ بجے شب اپنے مکان مادھوپور میں داعی اجل کو لبیک کہا، مرض الموت کا آغاز ٹائی فائڈ سے ہوا، پھر نمونیہ ہوگیا، سانس کی تکلیف کافی بڑھ گئی، علاج کے لئے اسپتال لے جانے کی تیاری چل ہی رہی تھی کہ روح نے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا، جنازہ دوسرے دن بعد نماز ظہر اٹھا، حضرت مولانا اظہار الحق صاحب مظاہری ناظم جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی نے جنازہ کی امامت فرمائی، دو سے ڈھائی ہزار لوگ آخری سفر کے شریک اور مشاہد بنے، دعوۃ الحق مسجد کے محراب کے پیچھے جانبِ مغرب تدفین عمل میں آئی، وارثوں نے خطیر رقم دے کر یہاں دو دھور زمین حاصل کی، جس کی ضرورت قبرستان میں دو فٹ سے زائد پانی جمع ہونے کی وجہ سے پڑ گئی تھی، اصل وجہ یہی تھی؛ لیکن قضا وقدر کا فیصلہ یہی تھا کہ جس ادارہ کو پروان چڑھانے میں انہوں نے پوری زندگی کھپا دی اور جس سے وہ اپنے اولاد و احفاد کی طرح محبت کرتے تھے، ابدی نیند کے لئے اس کے جوار میں ہی جگہ ملے سو ایسا ہی ہوا، پس ماندگان میں اہلیہ چار لڑکے، چار لڑکیاں اور ایک درجن سے زائد بھائی بہنوں کو چھوڑا۔

مولانا محمد امین اشرف قاسمی کی ولادت ان کے آبائی گاؤں مادھوپور سلطان پور میں ۱۹۵۱ء میں ہوئی، رسم بسم اللہ خوانی مولانا کے والد ماجد الحاج محمد ابراہیم نے کرائی، ابتدائی تعلیم کے لیے گاؤں میں ایک بافیض مکتب تھا، جس کے معلم ''حافظ خالو'' کے نام سے مشہور تھے، مولانا نے ابتدائی تعلیم کے لئے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، وہاں سے وہ جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں موجودہ ضلع سیتامڑھی گئے، چار سال وہاں ثانویہ کی تعلیم ''۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۰ء'' حاصل کرنے کے بعد جامعہ عربیہ ہتھوڑہ باندہ میں ''۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۲ء'' دو سال کا عرصہ گزار کر وہاں سے دارالعلوم دیوبند چلے گئے، عربی پنجم سے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد ۱۹۷۶ء میں سند فضیلت حاصل کی، مولانا کی نانی ہال پرسونی ضلع مدھوبنی تھی، مولوی عبد الغفار صاحب ان کے نانا تھے، جو ان کی والدہ کی ولادت کے چند ہی سال بعد دنیا سے رخصت ہو گئے تھے، شادی کنسی سمری دربھنگہ میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب (پیدائش ۱۹۱۵ء وفات ۶/فروری ۱۹۹۲ء) بن قمر الدین صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوئی، اہلیہ ہم مزاج، بردبار، اور دینی ذوق والی ہیں، مولانا کے جنازہ کو رخصت کرتے وقت انتہائی صبر کے ساتھ انہوں نے الوداع کہا، ان کا یہ جملہ بہت قیمتی تھا کہ جائیے اب انشاء اللہ جنت میں ملاقات ہوگی۔

تدریسی زندگی کا آغاز بحیثیت صدر مدرس مدرسہ بحر العلوم اصیل پور ضلع میرٹھ سے کیا، اور چار سال ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۰ء تک وہاں قیام فرمایا، ۱۹۸۰ء کے بعد ۱۹۸۱ء میں کچھ دنوں تک مدرسہ گلشن کالونی ورسوا ممبئی میں تدریسی خدمات انجام دیا پھر وہاں سے دارالعلوم عربیہ میرتی گیٹ جودھپور راجستھان منتقل ہو گئے، اور وہاں ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۲ء تک درس وتدریس سے منسلک رہے، یہ مدرسہ مشہور بزرگ حضرت مولانا عبد الغفور صاحب کا تھا جو حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ تھے، یہاں آپ نے تین سال قیام کیا اس کے بعد مولانا مفتی ثمین اشرف قاسمی کی تحریک پر صلالہ عمان منتقل ہوگئے، وہاں آپ نے مدرس اسلامی کی حیثیت سے صلالہ سلطنت عمان میں ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۴ء تک تشنگان علوم کو سیراب کیا، اس کے بعد نائب مرشد الدینی وزارۃ الدفاع مسقط آف عمان میں ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۱ء تک فوج میں خدمت کرتے رہے، ۱۹۷۹ء میں ۲۰/محرم الحرام ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۰/دسمبر ۱۹۷۹ء بروز پیر ادارہ دعوۃ الحق اپنے گاؤں میں قائم کیا اور اس کی ترقی کے لئے رات ودن ایک کر دیا، آج مدرسہ کی وسیع وعریض کشادہ اور پرشکوہ عمارت رونی سید پور اوراء روڈ پر لب سڑک قائم ہے وہ مولانا کی فکرِ مسلسل کا نتیجہ ہے، یقیناً اس ادارہ کی ترقی میں مولانا کے برادران کی جدوجہد کا بڑا دخل ہے؛ لیکن قیادت تو ایک کی ہی ہوتی ہے، مولانا اس ادارہ کے ہی نہیں پورے خاندان کے قائد تھے اور کہنا چاہیے کہ وہ قصر ابراہیم کے مضبوط ستون تھے، ان کے انتقال سے علمی دنیا کا جو نقصان ہوا وہ تو عظیم ہے ہی، صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ قصر ابراہیم کا مضبوط ستون گر گیا اور پورا خانوادہ دوبارہ یتیم ہوگیا۔

مولانا سے میری ملاقات بہت پرانی تھی، اب تو ماہ وسال بھی یاد نہیں ہے، صرف اتنا یاد ہے کہ مولانا عبد الرزاق صاجب قاسمیؒ بانی مدرسہ قاسمیہ بنی آباد ضلع مظفر پور ان دنوں ادارہ دعوۃ الحق میں صدر مدرس تھے، اور وہ پابندی سے سالانہ اور ششماہی امتحان میں بحیثیت ممتحن مجھے یاد کیا کرتے تھے اور میں امتحان لینے کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا، ان دنوں میں مدرسہ احمدیہ ابابکر پور میں استاذ تھا، تدریس سے رابطہ بھی قائم تھا اور آج کی طرح مشغولیت بھی نہیں تھی، یاد آتا ہے کہ اسی موقع سے پہلی بار مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تھی، ان دنوں مولانا کے والد حاجی محمد ابراہیمؒ بھی حیات سے تھے، ان کی شفقت بھی مجھے ملا کرتی تھی، پھر جب امارت شرعیہ نے وفاق المدارس الاسلامیہ قائم کیا تو انہوں نے ادارہ دعوۃ الحق کو وفاق سے ملحق کرادیا، عربی درجات ختم ہونے کے بعد وفاق سے امتحان کا سلسلہ تو قائم نہیں رہ سکا؛ لیکن وہ برابر امارت شرعیہ کے کاموں میں علاقہ میں معاونت کرتے رہے، پٹنہ جب آتے تو امارت شرعیہ تشریف لاتے اور جن لوگوں سے ان کی روابط تھے اس سے مل کر ہی جایا کرتے۔

مولانا مجھ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ شادی بیاہ اور ادارہ دعوۃ الحق کے پروگرام میں مجھے ضرور مدعو کرتے، جب کبھی کسی اعذار کی وجہ سے میری شرکت نہیں ہوتی تو بعد میں جب ملاقات ہوتی تو شکوہ کناں ہوتے، جب مولانا مفتی ثمین اشرف کے صاحبزادہ نقیب اشرف کی شادی ان کی لڑکی سے ہوئی تو مجھے خاص طور پر مدعو کیا، نکاح کی تقریب میں مجھ سے تقریر بھی کروائی اور پسندیدگی کا اظہار کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی، اس تقریر کا کیسٹ مہینوں لوگوں تک منتقل ہوتا رہا، ایک دوسرے موقع سے جب ادارہ دعوۃ الحق کی تقریب تھی، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ بھی تشریف لائے تھے، اس موقع سے بھی اجلاس میں حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ امیر شریعت سادس کے ساتھ میری شرکت ہوئی تھی، مولانا نے اس موقع سے جو خطبہ استقبالیہ پڑھا تھا وہ خانوادہ قاسمی سے مولانا کی محبت وعقیدت، تعلق و الفت پر مشتمل نثری قصیدہ تھا جس سے سامعین محظوظ بھی ہوئے تھے اور مستفید بھی۔

مولانا علاقہ میں اصلاح معاشرہ کے لئے بھی سرگرم رہا کرتے تھے، ایک بار انہیں گاڑی خریدنی تھی مجھ سے مشورہ لیا میں نے کسی اچھی گاڑی خرید لینے کا مشورہ دیا، کہنے لگے مجھے ایسی گاڑی لینی چاہیے جس کے پیچھے ٹرالی لگی ہوتا کہ مدرسہ کا غلہ بھی اس پر ڈالا جا سکے، یہ مولانا کی سوچ تھی، بات ہلکی سی ہے؛ لیکن مولانا کے زاویہ نظر کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف وتالیف کی بھی صلاحیت دی تھی، ان کے جو رسائل مطبوعہ ہیں، ان میں ماہ رمضان اور زکوٰۃ کے فضائل ومسائل، عشرہ ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل و مسائل، اسلام اور نکاح، دعا میں ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟ اور خاندانی احوال وکوائف پر مشتمل کتابچے موجود ہیں، ان کے اولاد و احفاد جو سب کے سب نیک صالح ہیں، مولانا کے لئے صدقہ جاریہ ہیں، غور کیجیے تو انتقال کے بعد بھی جن چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے اس کو مولانا اپنی زندگی میں ہی کر گئے، علم نافع، صدقہ جاریہ، اور صالح اولاد کے ذریعہ دعا کا اہتمام سبھی کچھ اللہ نے انہیں مہیا کر دیا ہے، اس لئے ان کی مغفرت کا یقین سا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے، پس ماندگان کو صبر جمیل دے، آمین وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

کتابوں کی دنیا ✍ : مولانا رضوان احمد ندوی (تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

مسجد کی مرکزیت اور ابدیت

مساجد، ملت اسلامیہ کا دھڑکتا ہوا دل ہے، یہ اسلام کی اساسی تعلیمات کی اہم ترین نشرگاہ ہیں، انہیں مساجد سے بڑے بڑے مدارس اور علمی مراکز کا وجود قائم ہے، ابتدائی زمانے میں ائمہ فن، کبار محدثین وفقہا مسلمانوں کے دینی معاملات، مقدمات اور ان کے باہمی تنازعات بھی یہیں فیصل کیا کرتے تھے، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لئے کوئی نئی ہدایت اور نئی رہنمائی کی ضرورت محسوس کرتے تو حکم دیتے کہ مسلمانوں میں اعلان کر دیا جائے الصلوٰۃ جامعۃ یعنی دوسرے محلے اور دور دراز کے مسلمان بھی آج نماز مسجد نبوی میں پڑھیں کہ کوئی اہم بات کہنی ہے، گویا اجتماعی نظام کا ایک ایسا مرکز تھا جہاں حفاظت دین اور حمایت دین کا کام لیا جاتا تھا اور مسجدوں کے ممبروں اور محرابوں سے زندگی کے مختلف شعبوں اور مختلف قسموں کے احکام جاری کئے جاتے تھے، لیکن جب مسلمانوں کے ذہن ودماغ پر دنیوی تقاضے اور مادی خیالات وتصورات کا رنگ غالب ہو گیا تو آہستہ آہستہ مساجد کی مرکزیت وجامعیت ختم ہونے لگی، مسلمانوں کے اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلانے کے لئے جناب محمد ساجد صحرائی صاحب نے مسجد کی مرکزیت وابدیت اور اس کی شرعی حیثیت پر اکابر علماء اور مشائخ، فقہاء امت کی نگارشات کو خوبی اور سلیقہ سے جمع کرنے کا فیصلہ کیا، زیر تبصرہ کتاب انہیں تحریروں کا حسین مجموعہ ہے، جس میں ۱۴/اصحاب فضل وکمال اور ارباب فکر ونظر کے مضامین ہیں، ان میں مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب، مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، علامہ سین اختر مصباحی، مفتی نظام الدین رضوی اور مولانا محمد طاہر مدنی وغیرہم کے گرانقدر رشحات قلم شامل ہیں، عظمت مساجد کے ضمن میں مساجد کی زمین کے تبادلے کی حیثیت کو بھی واضح کیا کہ نہ اس کو فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ منتقل کیا جا سکتا ہے، ساتھ ہی بابری مسجد کے قضیہ پر اسلامی موقف پر بھی اچھی روشنی ڈالی ہے، حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے تحریر فرمایا کہ اس کتاب میں مستقل مکمل مضامین بھی ہیں اور اقتباس بھی اور مرتب نے کامیاب کوشش کی ہے کہ مسجد کے موضوع پر ایک جامع مستند کتاب تیار ہو جائے، اور پڑھنے والوں کا ذہن مسجد کی اہمیت وضرورت، تقدس اور ابدیت پر واضح رہے۔

دراصل یہ کتاب ۲۰۱۸ء میں ہی طبع ہوئی، لیکن تاخیر سے مجھے دستیاب ہوئی، ویسے نومبر ۲۰۱۹ء میں ہی سپریم کورٹ آف انڈیا نے مسلمانوں کے دلائل وشواہد کو نظر انداز کرتے ہوئے اس اراضی کو عقیدہ اور آستھا کی بنیاد پر رام جنم بھومی کے ہندو فریق کو دے دیا اور اس کے بدلہ علاحدہ مسلمانوں کو ۵/ایکڑ زمین دینے کا فیصلہ سنا دیا، بہرحال اس فیصلہ نے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تاہم مسلمان اپنے دینی وشرعی موقف پر اب بھی قائم ہیں، کیونکہ اس کا تعلق مسلمانوں کے دین وایمان سے جڑا ہوا ہے، انشاء اللہ اس کتاب کے مطالعہ سے اس مقام پر مسجد کی بحالی کی یاد تازہ ہوتی رہے گی، اس حیثیت سے یہ کتاب وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی ہے، کتاب معلومات ومواد سے پر ہے اس سے ترتیب وبیان کی خوبی بھی ظاہر ہوتی ہے اور مؤلف کے حسن ذوق وانتخاب بھی، انہیں افادیت کے لحاظ سے یہ کتاب مطالعہ کے قابل ہے۔ ۳۳۶/صفحات پر مشتمل اس مجموعہ مضامین کے آخری حصے میں ان بزرگان دین کے مساجد سے متعلق فقہی احکام اور فتاویٰ بھی دے دیئے گئے ہیں تاکہ مساجد کی ابدیت واضح ہو سکے، اس لحاظ سے بھی یہ کتاب ایک دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔ کتاب کو بابری مسجد فاؤنڈیشن نئی دہلی نے عمدہ اور سلیقہ سے طبع کرایا ہے، کاغذ وطباعت کا معیار بھی بلند ہے، ضرورت مند اصحاب ۲۶۰/روپے بھیج کر بابری مسجد فاؤنڈیشن ایف ۹/گراؤنڈ فلور شاہین باغ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵/ سے طلب کر سکتے ہیں، ناشر کے موبائل نمبر 9990511152 پر بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ ___ ایک مرشد کامل

مولانا رضوان احمدندوی

ماضی قریب کے جن قدسی صفات بزرگوں کے نام سے بچپن ہی سے کان آشنا ہوا ان میں ایک مبارک نام عظیم مصلح حکیم الامت ، مجدد ملت، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۸۶۳ء۔۱۹۴۳ء) کا بھی ہے، جنہیں اللہ نے اپنے دین کی خدمت کے لئے منتخب فرمایا تھا، ان کی زندگی کا ہر لمحہ دین کی ترویج واشاعت اور معاشرہ کی اصلاح ودرستگی میں صرف ہوا، تفسیر وحدیث، منطق وفلسفہ، فقہ وکلام اور تصوف ہر فن میں ان کے قلم سے گرانقدر تصنیفات موجود ہیں، خاص کر تفسیر بیان القرآن اور بہشتی زیور سے امت کو جو عظیم فائدہ پہونچا ہے، وہ نا قابل بیان ہے۔خود میری والدہ ماجدہ حضرت کی کتاب ''بہشتی زیور'' کا کثرت سے مطالعہ کیا کرتی تھیں، کبھی کبھی بچوں کو اس کے سبق آموز مضامین پڑھ کر سناتیں، کچھ باتیں یاد رہتیں اور اکثر سر سے اوپر گذر جاتیں، ادھر والد محترم حضرت الحاج مولانا سلطان احمد کا بھی حضرت تھانویؒ کے سلسلہ کے بزرگوں سے بیعت وارشاد کا تعلق تھا، تو اس نسبت سے وہ بھی حضرت کے مواعظ وخطبات کو احترام وعقیدت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، بس یہیں سے حضرت تھانویؒ کی عظمت ومحبت دل میں پیوست ہوگئی، پھر تعلیم وتربیت کے مختلف مراحل میں اپنے مشفق اساتذہ کرام کی زبانی حضرت کی تالیفات وملفوظات کے تذکرے ان کی بہت سی کتابیں مطالعہ سے گذرتی رہیں جن سے حضرت کی دینی بصیرت ونقاہت اور فضل وکمال سے دل لبریز ہوتا گیا، بلاشبہ حضرت تھانوی شریعت وطریقت میں درجہ کمال پر فائز تھے، ان کی کیمیا اثر صحبت اور بابرکت تعلیمات سے ہزاروں بندگان خدا کو یقین ومعرفت کی دولت نصیب ہوئی، آپ کے اصلاحی وتجدیدی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے نامور ادیب انشاء پرداز ومفسر قرآن حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی نے لکھا کہ: تاریخ امت میں کوئی ہستی، مرشد، مربی ومصلح ان سے برتر نظر نہیں آتی، غزالی کا مرتبہ بے شک بہت بلند ہے، بلکہ یہ کہنے دیجئے کہ امام تھانویؒ کے زمانے سے قبل انہیں کا مرتبہ بلند ترین ہے لیکن تربیت السالک وغیرہ میں جیسی جیسی گھتیاں سلجھ کر آگئی ہیں ان کے بعد امام تھانویؒ کا پلہ کچھ بھاری ہی نظر آئے گا (معاصرین ص۲۱)

آپ کے ظاہری وباطنی کمالات اور اصلاح امت کے طریقوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندویؒ نے تحریر فرمایا کہ: اصلاح امت کی کوشش میں علمی وعملی زندگی کے ہر گوشے پر ان کی نظر تھی، بچوں سے لے کر بوڑھوں تک، عورتوں سے لے کر مردوں تک، جاہلوں سے لیکر عالموں تک، عاصیوں سے لیکر صوفیوں، درویشوں اور زاہدوں تک، غریبوں سے لے کر امیروں تک ان کی نظر اصلاح وتربیت رہی۔انہوں نے اپنی زندگی اس میں صرف کردی کہ مسلمانوں کی تصویر حیات کو اس شبیہ کے مطابق بنادیں جو دین حق کے مرقع میں نظر آتی ہے (تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲) آپ نے اسلام اور اہل اسلام کی جو خدمت کی وہ کم ہی لوگوں کے نصیب میں آئی ہے، آپ کے وعظ وتبلیغ سے سیکڑوں گم کردہ راہ کو راہ راست نصیب ہوئی اور بے شمار بدعات وخرافات کے دروازے بند ہوئے۔

ولایت اورتعلیم وتربیت: حضرت تھانویؒ ضلع مظفر نگر کے تھانہ بھون میں ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے، پانی پت کے ایک صاحب کشف وکرامت بزرگ حافظ غلام مرتضٰی مجذوب نے آپ کا نام اشرف علی تجویز کیا، پانچ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والد ماجد جناب عبدالحق نے آپ کی دینی واخلاقی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی، مستقبل میں اللہ تعالیٰ نے جو کمالات عطا فرمائے ان کے آثار بچپن ہی سے ظاہر ہونے لگے، ۱۲؍سال کی عمر سے ہی تہجد، ذکر واذکار اور اوراد ووظائف کا معمول بن گیا، وہ فرماتے تھے کہ یہ شوق میرے ابتدائی استاذ حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ کے فیض صحبت سے پیدا ہوا، انہوں نے عربی وفارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا فتح محمد تھانویؒ سے ہی پڑھیں، مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، جہاں انہوں نے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ اور مولانا عبدالعلیؒ سے مختلف کتابیں پڑھیں، چونکہ نہایت ذکی وذہین اور محنتی تھے اس لئے جلد ہی اپنے اساتذہ کے مرکز توجہ بن گئے، آپ کے علمی انہماک کا ایک واقعہ منقول ہے کہ دور طالب علمی میں آپ تمام کاموں سے مکمل طور پر الگ تھلگ ہوکر صرف تحصیل علم میں ہی منہمک رہتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے عزیز واقارب کی طرف سے آپ کے نام جو خطوط آتے تھے، ان کا پڑھنا بھی طلب علم کے اندر حارج سمجھتے تھے، چنانچہ اس کے لئے آپ نے یہ نظام بنایا تھا کہ اپنے حجرے میں ایک گھڑا رکھ دیا، جو خط آپ کے پاس آتا بغیر پڑھے اس گھڑے میں ڈال دیا کرتے تھے، اس طرح سے سال بھر کے اندر دس بیس خطوط جمع ہوجاتے تھے، امتحان سالانہ سے فارغ ہونے کے بعد گھڑے سے ایک ایک خط نکال کر آپ پڑھتے تھے، کسی خط میں کسی کے انتقال کی خبر رہتی تو کسی میں بچہ کی ولادت کی خبر، پھر تعطیل کے موقعہ پر جب آپ تھانہ بھون تشریف لے جاتے تو کسی کے یہاں تعزیت کے لئے تو کسی کے یہاں مبارکبادی کرنے کے لئے حاضری دیتے تھے (مجالس حکیم الاسلام ص۴۳۷) اس طرح انہوں نے نہایت یکسوئی کے ساتھ تعلیم مکمل کی اور ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، سند فضیلت پانے کے بعد حجاز مقدس کا سفر کیا، حج وزیارت سے شرفیاب ہوئے، وہیں شیخ کبیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے علمی استفادہ کیا اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے، وطن واپس ہوئے اور مدرسہ فیض عام اور جامع العلوم کان پور میں یکے بعد دیگر درس وتدریس کی خدمات انجام دیں، یہاں کی تدریسی زندگی میں وعظ وتقریر بھی فرمایا کرتے تھے جس کی وجہ سے لوگوں میں کافی شہرت ومقبولیت ہوگئی، اللہ نے آپ کے وعظ وتقریر میں بڑا اثر رکھا تھا، اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو مسحور کردیتے تھے، شاید ہی ہندوستان کا کوئی گوشہ بچا ہو جہاں آپ نے سفر کرکے وعظ وتقریر نہ فرمایا ہو، پھر ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے مشورے سے آپ نے کان پور ترک کردیا اور تھانہ بھون کو اپنا مستقر بنالیا، اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پیر ومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے تو فرمایا کہ: بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے، امید ہے کہ خلائق کثیر کو آپ سے فائدہ ظاہری وباطنی ہوگا اور آپ مدرسہ ومسجد کو از سر نو آباد کریں گے، میں ہر وقت آپ کے لئے دعا کرتا ہوں (مکتوبات امدادیہ) چنانچہ آپ خانقاہ امدادیہ میں بیٹھ کر افادہ وافاضہ میں مصروف ہوگئے اور ہزاروں انسان کو متقی کامل بنادیا، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی لکھتے ہیں کہ: حضرت کا آستانہ معرفت وروحانیت کا ایک ایسا چشمہ صافی تھا کہ ہزاروں تشنہ کار آتے اور سیراب ہوکر جاتے، وہ جن کی زندگیاں معصیت کوشی اور عصیان آلودگی میں بسر ہوتی تھیں یہاں سے پاک وصاف ہوکر اور گوہر مقصود سے دامان آرزو کو بھر کر واپس لوٹتے تھے، ان کی زندگی اتباع سنت کا ایک زندہ درس اور ان کی گفتگو اسرار ورموز طریقت کا دفتر گراں مایہ تھی (برہان ۱۹۴۳) خانقاہ امدادیہ میں آپ کے اوقات بہت منظّم تھے، ہر کام اور عمل کے لئے علیحدہ علیحدہ وقت مقرر تھا، ملاقات وزیارت کے اصول وضوابط، بیعت وارشاد کے قواعد اور ذکر واذکار کے لئے نظام الاوقات بنے ہوئے تھے اور ہر آنے والے کو اس کی پابندی لازمی تھی، جب حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ تھانہ بھون تشریف لے گئے تو وہاں کے آداب حاضری کی کیفیات تحریر کرتے ہوئے فرمایا کہ تھانہ بھون کے قواعد وضوابط اور آداب کے متعلق اتنا سن رکھا تھا اور دار وگیر اور احتساب کے واقعات بھی اتنے کان میں پڑ چکے تھے کہ ڈرتے ڈرتے خانقاہ میں قدم رکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک طالب علم مدرسہ میں داخل ہو رہا ہے (پرانے چراغ) ایک دفعہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو تورات میں خانقاہ کے باہری حصہ میں شب باشی کرنی پڑتی تھی، کیونکہ وہ بغیر اطلاع کے تشریف لے گئے اور اس وقت خانقاہ کا دروازہ بند ہوچکا تھا، اگر اس طرح ہر شخص اصول وضابطہ کے ساتھ زندگی گذارے تو نہ کسی کا وقت ضائع ہوگا اور نہ ہی ملنے ملانے میں خلل واقع ہوگی، اسی لئے حضرت تھانویؒ نے معمولات کو منظّم کرلیا تھا، جس سے اللہ نے ان کے کاموں میں بڑی برکت عطا کی تھی، اپنے ۸۴؍سالہ زندگی میں کم وبیش آٹھ سو کتابیں اور رسائل لکھیں، معاملات ومعاشرت، عقائد وعبادات غرض کہ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر حضرت تھانویؒ کی تصانیف موجود نہ ہوں، انہوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ انسانوں کے روحانی امراض کا ایسا کامیاب علاج کیا کہ جو ریزے تھے وہ گوہر آبدار بن گئے، اور جو صرف پیتل تھے وہ زر خالص ہوگئے، الغرض کہ اسرار شریعت وطریقت کے امام اور رمز شناس محدث وفقیہ ۱۹۴۳ء میں داغ مفارقت دے گئے، تاہم ان کے روحانی فیض کا سلسلہ ان کے خلفاء اور متوسلین کے ذریعہ جاری ہے، نیز قدرت نے آپ کے ملفوظات وخطبات، تصانیف وتالیفات میں عجیب تاثیر رکھی ہے، آج بھی وہ مواعظ امت مسلمہ کے لئے اکسیر اعظم اور بیمار دلوں کے لئے شفاء ہیں، یقین مانئے کہ ان کے علمی ورثہ سے قیامت تک کے لوگوں کو رہنمائی ملتی رہے گی، حضرت نے ان تصانیف پر کوئی رائلٹی نہیں، ورنہ جس طرح آپ نے سیکڑوں کتابیں اپنی علمی یادگار کے طور پر چھوڑیں، ان کی رائلٹی سے کمایا ہوا لاکھوں روپیہ بھی پس انداز کرجاتے مگر حضرت کو تو دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر تھی، سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک انگریز نے حضرت سے دریافت کیا کہ آپ کو تفسیر لکھنے میں کتنے روپے ملے تو حضرت نے فرمایا کہ کچھ نہیں، اس پر اس نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ پھر اتنی بڑی کتاب لکھنے کی آپ نے محنت ہی کیوں کی؟ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ اس کے قائل ہیں کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی بھی ہے جس کو آخرت کہتے ہیں، میں نے یہ محنت اس موقع کے لئے کی ہے کہ انشاء اللہ مجھے اس کا عوض اس دوسری زندگی میں ملے گا اور ایک اس سے دنیا کا بھی فائدہ ہے وہ یہ کہ جب میں دیکھوں گا کہ میرے مسلمان بھائی پڑھ پڑھ کر اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو مجھ کو خوشی ہوگی، اس پر وہ بہت متأثر ہوا اور حضرت کے دینی جذبہ کی تعریف کی، اگر حضرت تھانویؒ ان کتابوں پر رائلٹی لیتے تو آج اکثر گھروں میں حضرت کی علمی یادگار نظر نہ آتیں (سیرت حکیم الامت ص۳۴۰)

ملک وملت کی فلاح وبہبودکے لئے فکر مندی: حضرت تھانویؒ نے جو زمانہ پایا وہ انقلاب اور سیاسی کش مکش کا زمانہ تھا، اس وقت بھی آپ ملک وملت کی فلاح وبہبودی کے لئے فکر مند رہتے اور جس بات کو حق سمجھتے تھے اس کا برملا اظہار بھی کرتے رہے، اگر اس کو قبول کرلیا تو بہتر ورنہ خود کو اس سے علیحدہ کرلیتے تھے، افادات اشرفیہ میں ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ایک مجددانہ اصلاح وتربیت اور ہمدردی خلق کا وہ جذبہ عطا فرمایا تھا کہ جو آپ کو اکثر بے چین کئے رکھتا تھا اور اسی وجہ سے جب ملک میں کوئی ہنگامی تحریک شروع ہوتی اس پر شرعی حیثیت سے اور تجربہ کارانہ بصیرت کے ساتھ نظر ڈال کر اپنے نزدیک اس کے حسن وقبح اور پھر صحیح راہ عمل واضح کردینے کا معمول رہا (ص۲)

ازدواجی زندگی: حضرت تھانوی کی دو بیویاں تھیں اور دونوں مثالی خاتون تھیں، پہلا نکاح گنگوہ میں ۱۹۲۸ء میں ہوا اور دوسرا نکاح ۱۹۳۴ء میں مولانا سید احمد تھانویؒ کی بیوہ سے ہوا، آپ ان دونوں کے ساتھ پورا پورا عدل برتتے تھے، یہاں تک کہ وزن کرکے دینے والی چیزوں کو ترازو وبٹ کھرے سے ناپ تول کر برابر تقسیم کرتے اور مزاحاً فرماتے تھے کہ یہ ترازو میزان عدل ہے، اس سلسلہ کا ایک دلچسپ واقعہ ماہنامہ الحسن لاہور میں نظر سے گذرا، چنانچہ حضرت والا کے خلیفہ اجل حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ نے بیان فرمایا کہ ایک دن مجلس میں ایک دیہاتی دو تربوز لے کر حاضر ہوا، حضرت تھانویؒ نے پوچھا بھائی دو تربوز کیسے؟ تو اس نے کہا کہ ایک ایک بیوی کے لئے دوسرا دوسری بیوی کے لئے ہے، حضرت نے فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ دونوں برابر ہیں یا کم وزیادہ، اس نے کہا میں دونوں وزن کرکے لایا ہوں، دونوں ہم وزن ہیں، حضرت نے فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ کونسا میٹھا ہے اور کون سا پھیکا تو اس دیہاتی نے کہا میں اندر تھوڑے ہی گھسا ہوں جو دیکھتا کہ اندر سے کیسا ہے، حضرت نے دونوں تربوز نصف نصف کرکے ایک کا نصف دوسرے کے ساتھ اور دوسرے کا نصف پہلے کے ساتھ کرکے خادم کو دونوں گھر پہونچانے کا حکم دیا، یہ صورت حال دیکھ کر اس دیہاتی نے عرض کیا مولوی جی تو تو بڑی تکلیف میں ہے، حضرت نے فرمایا بھائی یہاں کی تھوڑی سی تکلیف گوارہ ہے آخرت کی بڑی تکلیف کے بجائے (ماہنانہ الحسن لاہور) کھانا بھی ایک دن ایک گھر میں تناول فرماتے اور دوسرے دن دوسرے گھر میں، حضرت کے عدل ومساوات سے عہد نبوی کی یاد تازہ ہوجاتی ہے کہ جس طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ہنسی ودل لگی کی باتیں کرتے حضرت بھی جتنی دیر گھر میں بیویوں کے درمیاں رہتے بے تکلف رہتے اور جب گھر سے نکل کر خانقاہ میں پہونچتے تو مشاغل دینیہ وعلمیہ میں مشغول ہوجاتے، آپ کی کوئی اولاد نرینہ یا مادینہ نہ ہوئی مگر روحانی اولاد بے شمار ہیں جو آپ کے فیوض وبرکات کو عام کررہی ہیں اور یہی مرشد کامل ہونے کی دلیل ہے۔

ووٹ اور ووٹرس۔شرعی نقطۂ نظر

مفتی محمدتنظیم عالم قاسمی

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، جہاں عوامی ووٹ اور الیکشن کے ذریعے حکومت تشکیل پاتی ہے،عوام جس پارٹی کو اپنی رائے دہی کے ذریعے منتخب کرتے ہیں وہی پارٹی برسراقتدار ہوتی ہے اور پھر اگلے پانچ سالوں تک وہی حکمرانی کرتی ہے، ایوانِ حکومت میں بیٹھنے والے اگر مخلص، ہمدرد اور فرض شناس ہوتے ہیں تو کافی حد تک عوام کو راحت ملتی ہے اور ان کی مختلف ضرورتیں تکمیل پاتی ہیں، حکمراں جانتے ہیں کہ ان ہی کے ووٹ سے ہم اس قابل بنے ہیں، لہٰذا انہیں کسی موقع پر نظرانداز نہیں کیا جاتا اور اگر نمائندے فرض شناس نہ ہوں تو ان کو صرف اپنی اولاد کا مستقبل اور کرسی نظر آتی ہے، لوگ پریشان رہتے ہیں مگر ان کو کوئی فکر نہیں ہوتی، بلکہ بسااوقات جیتنے کے بعد عوام کی پانچ سال تک اپنے نمائندے سے ملاقات بھی نہیں ہوتی، اس لیے الیکشن کے وقت ووٹرس دانشمندانہ فیصلہ کرتے ہیں، کوشش کی جاتی ہے کہ ایسے امیدوار کو لایا جائے جو باصلاحیت، اخلاق وکردار کا پیکر، فرض شناس، قوم وملت کا ہمدرد اوران کے لیے مفید ہو۔ جمہوری ملک میں ووٹ ایک بڑی طاقت ہے، اس کے ذریعے عوام اپنی پسند کے مطابق نمائندوں کو ایوان میں بٹھا سکتے ہیں۔ اب یہ فیصلہ رائے دہندوں پر ہے کہ وہ تدبیر اور دوررس نگاہی کے ذریعے اچھے افراد کو حکومت کا ممبر بنائیں یا وقتی وعدوں میں نامناسب، اور متکبرین کو اپنے اوپر مسلط کرلیں۔ یہ ذمہ داری مسلمانوں کی مزید بڑھ جاتی ہے کہ وہ الیکشن کے وقت متحد ہوکر منصوبہ بند طریقے سے اپنے حق رائے دہی سے استفادہ کریں، اس لیے کہ ملک میں مسلمانوں کی اتنی بڑی آبادی ہے کہ وہ جس پارٹی کو چاہیں برسراقتدار لاسکتے ہیں گویا مسلمان ہندوستان میں کم ازکم بادشاہ گر کا کردار تو ادا کرہی سکتے ہیں، اس لیے بہتر ہوگا کہ ایک ذہن ہوکر مسلمان ایسے امیدواروں کو منتخب کریں جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں مفید ہوں، پارلیمنٹ اور اسمبلی وہ جگہ ہے جہاں قانون اور منصوبے بنتے ہیں، نظامِ حکومت اور طریقہ کار کا فیصلہ ہوتا ہے، کبھی ایسے قوانین بھی بنتے ہیں جو راست اسلامی تعلیمات کے مغائر ہوتے ہیں، ایک طرف مذہب کی اتباع ہے جو بہرحال لازم ہے اور دوسری طرف ملکی قوانین کی پاسداری بھی ملک میں رہنے کے لیے ضروری ہے۔ اس طرح کے نازک حالات میں مسلمان امتحان اور مصیبت کے شکار ہوجاتے ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ اگر مجالس قانون ساز میں مسلمانوں کی نمائندگی ہو یا ایسے ارکان موجود ہوں جن کے انتخاب میں مسلم ووٹ اثر انداز رہا ہو تو ان کے ذریعے مسلمانوں کے مذہبی مفادات کا بھی تحفظ ہوسکتا ہے۔ اسلام مخالف قوانین ودفعات کے خلاف ایسے ارکان صدائے احتجاج بلند کریں گے، ان کی منسوخی کا مطالبہ کریں گے اور حتی الامکان ایسے قوانین کو پاس ہونے نہیں دیں گے؛ لیکن اگر مسلمانوں کے مضبوط نمائندے ایوانوں میں نہ ہوں تو اسلام کے خلاف وہاں قوانین وضع ہوں گے اور اسلام کی طرف سے دفاع کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، جس کے نتیجے میں اسلام مخالف قوانین پر مسلمانوں کو عمل کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اس طرح سیاسی اور قومی سطح پر مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوگا، ان کی جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں رہے گی، دوسروں کی دست نگر رہیں گے، غلامی کی زندگی اپنانے پر مجبور ہوں گے، انہیں مذہبی اور قومی حقوق سے محروم ہونا پڑے گا اور سب سے بڑھ کر اسلام کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا، مذہبی شناخت کا باقی رہنا بھی مشکل ہوجائے گا، اسی لیے علماء اور اربابِ افتاء نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ووٹ دینے کو واجب قرار دیا ہے تاکہ اسلام کی حفاظت ہوسکے اور مسلمانوں کو ان کے حقوق مل سکیں۔

یہ بڑی تشویشناک بات ہے کہ دوسری قوموں کی طرح مسلمانوں میں بھی ووٹ کے بارے میں بڑی بے راہ روی اور غیر مناسب رویہ پایا جاتا ہے، اختلاف وانتشار کے سبب مسلمانوں کے ووٹ بھی بکھر جاتے ہیں، ان میں کوئی فیصلہ کن قوت پیدا نہیں ہوتی، بعض لوگ ذاتی تعلقات اور رشتہ داری کو بنیاد بناتے ہیں، خواہ وہ پارٹی اور نمائندہ سیرت کے اعتبار سے کیسا بھی ہو اور بعض مسلم ووٹرس چند پیسوں کے حرص میں اپنا قیمتی ووٹ ضائع کردیتے ہیں۔ یہ سب اس لیے ہوتا ہے کہ ووٹ اور رائے دہی کو صرف ایک دنیوی حق اور سیاسی مسئلہ سمجھا جاتا ہے، مسلمانوں میں یہ غلط فہمی پھیل گئی ہے کہ الیکشن اور ووٹوں کا دین ومذہب سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے وہ ووٹ کے بارے میں آزاد ہیں جیسا چاہیں اس حق کو استعمال کرسکتے ہیں بلکہ بعض ارباب تو یہ سوچ کر ووٹ کا حق استعمال بھی نہیں کرتے۔ واضح رہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے ووٹ کی حیثیت شہادت اور گواہی کی سی ہے اور جس طرح جھوٹی گواہی دینا حرام اور ناجائز ہے اسی طرح ضرورت کے موقع پر شہادت کو چھپانا بھی ناجائز ہے۔ ارشادِ باری ہے: ”وَ لَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ وَ مَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ.“ (البقرۃ:۲۸۳) ”اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی کو چھپائے اس کا دل گنہگار رہے۔“

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت چھپانے والوں کو جھوٹی گواہی دینے کی طرح گناہِ عظیم قرار دیا ہے۔ (دیکھئے طبرانی:۲۶/۴) ویسے بھی یہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر مسلمان ووٹ دینے سے کنارہ کش ہوجائیں تو اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ وہ پورا میدان شریروں، فتنہ پردازوں اور بے دین افراد کے ہاتھوں میں سونپ رہے ہیں، پھر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کسی کام پر شکوہ اور صدائے احتجاج بلند کرنے کا کیا حق ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب نازل فرمادے۔ (ترمذی) ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس شخص کے سامنے کسی مؤمن کو ذلیل کیا جارہا ہو اور وہ اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن برسرعام رسوا کرے گا۔ ان دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ووٹ اور الیکشن میں حصہ لے کر مسلم معاشرہ کو ہونے والے مظالم سے نجات دلائیں، کیوں کہ یہ ان کے بس میں ہے۔ ووٹ سے کنارہ کشی کا مطلب ملتِ اسلامیہ کو ناانصافی اور بدعنوانی کے لیے چھوڑ دینا ہے، کیوں کہ اس طرح ایسے ہی لوگ برسراقتدار آئیں گے جو مسلمانوں کے دشمن ہوں گے اور یہ موقع ہم نے اپنی سستی اور کاہلی سے فراہم کیا ہے۔ سنگھ پریوار ذہنیت کے حامل لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمان ووٹ نہ دیں، اسی لیے بسااوقات ووٹرلسٹ سے منصوبہ بند طریقے پر مسلمانوں کا نام حذف کردیا جاتا ہے، تاکہ وہ اپنی پسند کے مطابق کسی ایسی پارٹی کو منتخب کریں جو اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا مشن رکھتا ہو۔ ووٹ نہ دینا ایسی ذہنیت کو کامیاب کرنا ہے، اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے اہل خانہ سمیت ضرور حق رائے دہی کا استعمال کریں، خواہ اس کے لیے دکان بند کرنی پڑے یا اپنے پیشے کو ایک دن ترک کرنا پڑے، اخلاص کے پیش نظر اس میں بھی بے پناہ اجر وثواب حاصل ہوگا۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ووٹ کس کو دیا جائے؟ شریعت اس سلسلہ میں کیا رہنمائی کرتی ہے؟ یاد رہے کہ ووٹ چوں کہ ایک طرح کی شہادت ہے، یعنی اس بات کی گواہی ہے کہ جس کو میں ووٹ دے رہا ہوں، وہ فلاں منصب کا اہل ہے، امانتدار ہے، دیانتداری کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرسکتا ہے۔ ایسے امیدوار جس کے بارے میں آپ کو یقین ہے کہ یہ صالح اور فرض شناس ہے اور اس کی پارٹی بھی معتدل اور بہتر ہے، ایسے شخص کو ووٹ دینا چاہیے، لیکن آپ جانتے ہوئے کسی نااہل کو ووٹ دیں تو یہ جھوٹی گواہی ہے، جس پر بہت سخت وعید آئی ہے، اس میں سفارش اور مشورے کا بھی پہلو پایا جاتا ہے، اس پہلو سے بھی نااہل کو ووٹ دینا جائز نہیں، کیوں کہ غلط سفارش اور غلط مشورہ بھی شرعاً ناجائز ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ جس جرم اور گناہ کے اثرات دوررس ہوں، اسی قدر وہ بھیانک اور سخت ہوتا ہے، غلط ووٹ دینے کے نتائج بھی چوں کہ دوررس ہوتے ہیں کہ اس کا اثر پورے ملک اور قوم پر پڑتا ہے اس لیے جان بوجھ کر نااہل شخص کو ووٹ دینا شدید ترین گناہ ہے، خواہ وہ شخص اپنا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ شریعت نے رشتہ داری کی بنیاد پر جھوٹی گواہی کی اجازت نہیں دی ہے، اسی طرح ووٹ کے عوض پیسہ لینا بھی جائز نہیں، کیوں کہ یہ شہادت ہے اور شہادت پر اجرت لینا درست نہیں، مکرر ووٹ دینا دھوکہ دینا ہے، اسی طرح رائے دہی کی جو عمر متعین ہے اس سے کم عمر لوگوں کا ووٹ دینا بھی جائز نہیں ہے، اسلام اپنا ایک عادلانہ اصول رکھتا ہے، جس پر چلنے ہی میں خیر اور بھلائی ہے۔

بعض لوگ یہ بھی سوچتے ہیں کہ لاکھوں ووٹوں کے مقابلہ میں ایک شخص کے ووٹ کی کیا حیثیت ہے، اگر وہ غلط استعمال بھی ہوجائے تو ملک وقوم کے مستقبل پر کیا اثر انداز ہوسکتا ہے؟ یہ سوچ غلط ہے اس لیے کہ غلط ووٹ دینا خود اس کے حق میں گناہ کا موجب ہے، اثر انداز ہونے اور نہ ہونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ کبھی کبھی ایک ووٹ بھی جیت اور ہار کا سبب بن جاتا ہے، اس لیے بہت ہی سوچ کر اپنے حق کا استعمال کرنا چاہیے کہ یہ موقع پانچ سال بعد ہی آسکتا ہے، اپنے فیصلے کے اچھے یا برے نتائج نہ صرف ان کو بلکہ پوری قوم کو بھگتنے پڑیں گے۔

ووٹ ایک نعمت اور مؤثر ہتھیار ہے، سارے مسلمان ایک ساتھ منصوبہ بند طریقے پر اگر اپنے حق رائے دہی کا استعمال کریں تو مستقبل میں بہتر اور خوشگوار نتائج مرتب ہوں گے۔ ایسے موقع پر فقہاء کا اصول یہ ہے کہ آدمی کمتر برائی کا انتخاب کرے اور نسبتاً بہتر لوگوں کے حق میں اپنی رائے دے، جن سیاسی جماعتوں نے اعلانیہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کو اپنی جماعت کا مقصد بنالیا ہو ان میں مسلمانوں کی شمولیت جائز نہیں اور ان کے کسی امیدوار کو ووٹ دینا بھی جائز نہیں ہے، خواہ وہ ذاتی طور پر نیک خصلت ہو، اس لیے کہ اس کو ووٹ دینا درحقیقت اس پارٹی کی تائید ہے جس سے وہ وابستہ ہے، تنہا اس کی نیکی جماعت کے مشن کو نہیں بدل سکتی۔ موجودہ سیاسی صورتِ حال مسلمانوں کے موافق نہیں ہے، تقریباً تمام سیاسی پارٹیاں موقع بہ موقع کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا ایجنڈا رکھتی ہیں، اس لیے الیکشن اور ووٹ کے وقت اپنے ذاتی مفاد کو ملت کے لیے قربان کرتے ہوئے پختہ شعوری سے کام لینا چاہیے، مسلکی، وطنی یا لسانی اختلاف کو ہرگز ایسے وقت آڑ نہ بنایا جائے، ورنہ پھر اگلی میعاد تک اسی کشمکش میں زندگی گذارنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں کو للکارتے ہوئے کہا ہے:

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

یہ اسلامی آداب ہیں

حضرت عکراش بن زویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ، میں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کھانا سامنے آیا تو میں نے یہ حرکت شروع کی کہ ایک نوالہ ادھر سے لیا اور دوسرا نوالہ ادھر سے لے لیا اور اس طرح برتن کے مختلف حصوں سے کھانا شروع کردیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے عکراش، ایک جگہ سے کھاؤ اس لیے کہ کھانا ایک جیسا ہے ادھر ادھر سے کھانے سے بدتہذیبی بھی معلوم ہوتی ہے اور بدسلیقی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے ایک جگہ سے کھاؤ، حضرت عکراش فرماتے ہیں کہ میں ایک جگہ سے کھانا شروع کردیا، جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک بڑا تھال لایا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجوریں بکھری ہوئی تھیں۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرما چکے تھے کہ ایک جگہ سے کھاؤ، اس لیے میں نے وہ کھجوریں ایک جگہ سے کھانی شروع کردیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک طرف سے کھجور اٹھاتے، کبھی دوسری طرف سے اٹھاتے اور مجھے جب ایک طرف سے کھجور کھاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے پھر فرمایا کہ اے عکراش! تم جہاں سے چاہو کھاؤ، اس لیے کہ یہ مختلف قسم کی کھجوریں ہیں، اب اگر ایک طرف سے کھاتے رہے، پھر دل تمہارا دوسری قسم کی کھجور کھانے کو چاہ رہا ہے۔ تو ہاتھ بڑھا کر وہاں سے کھجور اٹھا کر کھالو۔ (مشکوۃ المصابیح ص:۳۶۷)

گویا کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ادب سکھایا کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز ہے تو پھر صرف اپنی طرف سے کھاؤ اور اگر مختلف قسم کی چیزیں ہیں تو دوسرے اطراف سے بھی کھا سکتے ہو، اپنی اولاد اور اپنے صحابہ کی ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ تھی۔ یہ سارے آداب خود بھی سیکھنے کے ہیں اور اپنے گھر والوں کو سکھانے کے ہیں یہ اسلامی آداب ہیں جن سے اسلامی معاشرہ ممتاز ہوتا ہے۔ (خطبات ج۴)

امریکہ کیوں چاہتا ہے کہ سوڈان اسرائیل کو تسلیم کر لے؟

اسرائیل، عرب ممالک امن معاهدے : کیا عوام کی مفلسی اور جرنیلوں کی اقتدار کی خواهش سوڈان کو اسرائیل کا همنوا بنا پائے گی؟

ایک ایسے وقت میں جب سوڈان کی معیشت تنزلی کا شکار ہے، افراط زر بڑھ رہا ہے اور ملک بھر میں غذائی بحران کے بادل منڈلا رہے ہیں، ٹرمپ انتظامیہ اور اسرائیلی حکومت کو سوڈان میں ایک موقع نظر آ رہا ہے۔ سوڈان میں ۱۸/ماہ قبل طویل مدت تک برسر اقتدار رہنے والے عمر البشیر کو عوامی احتجاج کے پیش نظر معزول ہونا پڑا تھا اور اس کے بعد سے سوڈانی عوام ملک میں جمہوریت کی بحالی کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ ایسے موقع پر اگر سوڈان اسرائیل کو تسلیم کر لیتا ہے تو امریکہ اسے ''دہشتگردوں کی سرکاری طور پر سرپرستی کرنے والے ممالک'' کی فہرست سے نکال دے گا، اور یہ ایک ایسا اقدام ہوگا جو ملک میں معاشی استحکام کا دروازہ کھولنے کا باعث بنے گا۔ یہ ایک پیچیدہ کہانی ہے جو ۳۰/سال قبل سوڈان کی اسلام پسند حکومت کے ابتدائی دنوں کے بارے میں ہے۔ ۱۹۸۹ء میں ایک فوجی بغاوت کے بعد اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد صدر بشیر نے ملک کو عسکریت پسندوں کی جنگ کے عالمی مرکز میں تبدیل کر دیا تھا۔ عالمی شدت پسند تنظیم القاعدہ اور دیگر انتہا پسند گروپوں نے سوڈان کو امریکہ، سعودی عرب، مصر، ایتھوپیا، یوگینڈا، کینیا اور دیگر مقامات پر دہشت گرد حملے کرنے کے اڈے کے طور پر استعمال کیا۔

۱۹۹۳ء میں نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر دہشت گردی کے پہلے حملے کے بعد امریکہ نے سوڈان کو ''دہشت گردوں کا ریاستی سرپرست'' قرار دیا تھا۔ بین الاقوامی سطح پر لگنے والی معاشی و دیگر پابندیوں اور پڑوسی ممالک کے فوجی دباؤ نے سوڈان کو مجبور کیا کہ وہ القاعدہ رہنما اسامہ بن لادن اور دیگر شدت پسندوں کو ملک بدر کر دے۔ عالمی دباؤ کے پیش نظر اور خصوصاً ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کے حملوں کے فوراً بعد ہی سوڈان کی سکیورٹی سروسز امریکی سینٹرل انٹیلیجنس ایجنسی (سی آئی اے) کی ایک قابل قدر شراکت دار بن گئیں۔ اگرچہ اِس شراکت داری کی بنیاد پر سوڈان کو دہشت گردی کے ریاستی سرپرست ملکوں کی فہرست سے نکال دینا چاہیے تھا لیکن کانگریس کے ارکان نے سوڈان میں خانہ جنگی اور انسانی حقوق کی پامالیوں سمیت دیگر بہت سی وجوہات کی بنا پر سوڈان کو اس فہرست میں شامل رکھا۔ تاہم اس کے باوجود عمر البشیر کی سربراہی میں سوڈانی حکومت نے مخفی طور پر ایران اور حماس سے تعلقات قائم رکھے اور کم از کم دو مواقع پر اسرائیل کے جنگی طیاروں نے سوڈان کے بحر احمر کے ساحل پر گاڑیوں کے دو ایسے قافلوں پر حملہ بھی کیا جو مبینہ طور پر حماس کو دیے جانے والے اسلحے سے لدی تھیں۔

۲۰۱۶ء میں سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے دباؤ پر سوڈانی حکومت نے ایران سے اپنے تعلقات کا خاتمہ کر دیا۔ گذشتہ برس جمہوری انقلاب کے باوجود واشنگٹن ڈی سی کی سوڈان کے حوالے سے مثبت تبدیلی کی رفتار سست رہی ہے، امریکی محکمہ خارجہ کے عہدیدار اپنے ایک طاقتور ہتھیار کا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اور وہ پریشان تھے کہ شاید نئی جمہوری حکومت زیادہ دن نہ چل سکے۔

جب تک سوڈان بلیک لسٹ میں رہے گا اُس پر مالی پابندیاں بھی عائد رہیں گی، ان پابندیوں کے باعث سوڈان میں کاروبار بند ہیں، غیر ملکی براہ راست سرمایہ کاری نہ ہونے کے برابر ہے اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) اور ورلڈ بینک مزید کوئی نیا پیکج بھی نہیں دے سکتے کیونکہ پرانے قرضے ادا نہیں ہو پا رہے ہیں۔ ملک میں خوفناک حد تک بھوک کا راج ہے، اقوام متحدہ کے مطابق ۹۶/لاکھ افراد شدید غذائی قلت کا شکار ہیں اور یہ صورتحال کورونا وائرس اور ملک میں آنے والے سیلابوں کی وجہ سے مزید بگڑ گئی ہے، یہ ایسا بحران ہے جو کھانے کی فراہمی سے ختم نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے لیے بڑے پیمانے پر معاشی معاونت کی ضرورت ہے ،حالیہ مہینوں میں سوڈان کو دہشت گردی کی فہرست سے نکالنے کا معاملہ آہستہ آہستہ امریکی کانگریس میں شروع ہوا تھا، جو مشرقی افریقہ اور یمن میں القاعدہ کے حملوں کے متاثرین کے لواحقین کی جانب سے معاوضے کے مطالبے کے بعد رُک گیا۔

سوڈان ۳۳۵/ملین کا ایک پیکج دینے پر راضی تھا لیکن ستمبر میں ڈیموکریٹک پارٹی کے دو سینیٹرز چک شمر اور باب مینینڈیز نے اس اقدام کے آگے بند باندھ دیا، اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ یہ سینیٹرز نائن الیون متاثرین کے لیے کچھ بہتر پیکج چاہتے ہوں گے۔ ان حالات میں ٹرمپ انتظامیہ سوڈان کو ان سب مسائل سے نکلنے کا ایک راستہ سمجھا رہی ہے۔ اگست کے آخر میں سوڈان کے دورے کے دوران امریکہ کے وزیر خارجہ مائیک پومپیو نے ملک کے نئے وزیر اعظم ہمدوک کو ایک تجویز پیش کی، تجویز یہ تھی کہ اگر سوڈان اسرائیل کو تسلیم کر لے تو صدر ٹرمپ کانگریس کی اس رکاوٹ کو ختم کر دیں گے اور معاشی پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔ گذشتہ ماہ متحدہ عرب امارات کے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے اقدام کے بعد سوڈان (جو عرب لیگ کا رکن ہے) ایسا کرنے کی صورت میں اسرائیل کو تسلیم کرنے والا عرب چوتھا ملک بن سکتا ہے۔ اس سے امریکہ کے انتخابات سے ہفتوں قبل اسرائیل کے ساتھ عرب تعلقات معمول پر لانے کے لیے انتظامیہ کی مہم کو بڑا فائدہ حاصل ہوگا، اسرائیل کو تسلیم کرنا سوڈان کے لیے ایک اہم اقدام ہوگا۔

مگر اس ممکنہ اقدام کے سب سے بڑے مخالف اسلام پسند ہیں، جو اب اقتدار سے باہر ہیں۔ لیکن یہ سیاسی میدان میں متنازع ہے اور شہری اتحاد میں بہت سے ایسے لوگ شامل ہیں جو پہلے فلسطینیوں کے ساتھ امن پر اصرار کرتے ہیں، وزیر اعظم ہمدوک جانتے ہیں کہ اگر انھوں نے یہ فیصلہ لیا تو ان کے سویلین حامیوں کا اتحاد ٹوٹ جائے گا۔ انھوں نے مائیک پومپیو کو بتایا کہ اس مسئلے پر فیصلے میں جمہوری طور پر منتخب حکومت کا انتظار کرنا چاہیے، جو کہ تین سال کے عرصے میں ہوگا۔ اگرچہ ہمدوک اور ان کی سویلین کابینہ عہدے پر موجود ہیں لیکن یہ سوڈان کے جرنیل ہی ہیں جو حقیقی طاقت کا استعمال کرتے ہیں۔

متحدہ عرب امارات، سعودی عرب اور مصر کی حمایت میں عبوری کونسل کے چیئر مین لیفٹیننٹ جنرل عبدالفتاح البرہان اور ان کے نائب لیفٹیننٹ جنرل محمد ہمدان ڈگولو، جو ''ہیمتی'' کے نام سے مشہور ہیں، فوج کو احکام اور پیسہ دیتے ہیں۔ اور یہ وہی جنرل ہیں جو اسرائیل کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں، جنرل برہان نے وزیر اعظم ہمدوک کو بتائے بغیر فروری میں اسرائیلی وزیر اعظم بنیامن نیتن یاہو سے ملاقات کی اور دونوں کی جلد ہی ایک بار پھر ملاقات ہونے والی ہے۔ جنرل برہان اور جنرل ہیمتی کے لیے، امریکہ اور اسرائیل کے معاہدے نے انھیں بین الاقوامی سطح پر تسلیم کرانے کا وعدہ کیا ہے، جس کے لیے انھیں جمہوریت کی بھی ضرورت نہیں، اسی لیے سوڈانی ڈیموکریٹس اس معاہدے پر احتیاط سے نظر ثانی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

گذشتہ برس اپریل میں جب احتجاج کے نتیجے میں عمر البشیر اقتدار سے باہر ہو گئے تو جنرل برہان اور جنرل ہیمتی نے اقتدار سنبھال لیا تھا، اس کے دو ماہ بعد ان کے فوجیوں نے ۱۰۰/سے زائد مظاہرین کو پرتشدد جھڑپ میں ہلاک کر دیا تھا، اس سے شور مچ گیا، جس کے بعد امریکہ، برطانیہ، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کی مدد سے ایک معاہدے کے تحت وہ سویلین کابینہ کے ساتھ اقتدار میں حصہ لینے پر راضی ہو گئے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ فوج عام شہریوں کو صرف اس لیے برداشت کرتی ہے کہ کیونکہ انھیں بین الاقوامی سطح پر عزت واحترام کی ضرورت ہے، سوڈانی عوام نے جرنیلوں کو ان کی بربریت اور مظالم کے لیے معاف نہیں کیا، پرانی نسل ابھی بھی ''آپریشن موسیٰ'' کو یاد کرتی ہے، جو ۱۹۸۴ء میں اس وقت کے صدر جعفر نمیری کا معاہدہ تھا جس کے تحت اسرائیل کو سوڈان کے پناہ گزین کیمپوں سے ایتھوپیائی یہودیوں کو منتقل کرنے کی اجازت دی گئی تھی، نیمیری پر بعد میں اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد سے لاکھوں ڈالر رشوت لینے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔

کسی اور عرب ممالک کا اسرائیل کو تسلیم کرنا اسرائیلیوں کے لیے واقعی ایک انعام ہے، لیکن ان نوجوان اسرائیلیوں اور ان کے امریکی ہم منصبوں کے نزدیک جنھوں نے ۱۵/سال قبل دارفور میں بڑے پیمانے پر مظالم کے خلاف مظاہرہ کیا تھا، ان افراد کے قانونی اختیار کی حمایت کرنا جنھوں نے ملیشیاؤں کو اس قتل عام حکم دیا تھا، اخلاقی طور پر نامناسب اقدام ہے، لیکن ہمدوک کا نقطہ نظر کافی معقول ہے؛ دہشتگردی کی فہرست سے نکالنا اور اسرائیل کو تسلیم کرنا دو الگ معاملے ہیں۔ وہ اس بار پر زور دیتے ہیں کہ سوڈان کو دہشت گردی کی فہرست سے نکال دینا چاہیے کیونکہ وہ اپنی سرزمین سے دہشت گردوں کا خاتمہ کر چکا ہے اور اس کی جمہوریت بچانے کے لائق ہے۔ دوسری طرف امریکہ اس بات کی پرزور کوشش کر رہا ہے کہ سوڈان اسرائیل کو تسلیم کر لے کیوں کہ اس کے نقطہ نظر سے اگر اسرائیل کو ایک سچی جمہوری عرب قوم تسلیم کر لیتی ہے تو یہ اسرائیل کے لیے ایک بڑی جیت ہوگی۔ (**بحوالہ بی بی سی لندن**)

جنوبی سوڈان کئی برسوں سے قحط سے متاثر

جنوبی سوڈان کے یونیٹی صوبے میں کچھ علاقے گذشتہ تین سال سے قحط کی زد میں ہیں، ماہرین کا کہنا ہے اگر ان کو امداد فراہم نہیں کی گئی تو بہت سے نئے علاقے بھی متاثر ہو سکتے ہیں، گذشتہ دس برسوں میں دنیا میں کہیں بھی قحط کے اعلان کا یہ پہلا واقعہ ہے اور جنوبی سوڈان کی حکومت اور اقوام متحدہ کے مطابق صورتحال اتنی سنگین ہے کہ ایک لاکھ لوگوں کو بھوک کی وجہ سے موت کا سامنا ہے جبکہ مزید دس لاکھ قحط کے دہانے پر ہیں، ماہرین کے مطابق جنوبی سوڈان کی تباہ حال معیشت اور جاری خانہ جنگی کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے، یمن، صومالیہ اور شمال مشرقی نائیجیریا میں بھی قحط کے خطرے کی وارننگ دی گئی ہے لیکن وہاں ابھی قحط کا باضابطہ اعلان نہیں کیا گیا ہے۔

اقوام متحدہ کے ورلڈ فوڈ پروگرام (خوراک کا پروگرام) اور یونیسیف سمیت امدادی ایجنسیوں نے باور کروایا ہے کہ ملک میں تقریباً پچاس لاکھ لوگوں کو غذائی اشیا کی فوری ضرورت ہے، یعنی جنوبی سوڈان کی ۴۰/فیصد سے زیادہ آبادی فوری طور پر مداد کی منتظر ہے۔

اقوام متحدہ کے مطابق لمبے عرصے تک خشک سالی کی وجہ سے بعض علاقوں میں خوراک کی شدید قلت ہوسکتی ہے لیکن قحط کا اعلان انتہائی سنگین حالات میں ہی کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر متاثرہ علاقے میں کم سے کم بیس فیصد گھروں میں خوراک کی شدید قلت ہو، تیس فیصد سے زیادہ لوگ ''غذائیت کی کمی'' کا شکار ہوں یعنی مناسب غذا نہ ملنے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو گئے ہوں اور دس ہزار کی آبادی میں اوسطاً ہر روز دو سے زیادہ لوگوں کی موت ہو رہی ہو۔ قحط کا اعلان کرنے سے اقوام متحدہ یا دوسرے ممالک کے لیے یہ لازم نہیں ہو جاتا کہ وہ مدد کریں گے لیکن بحران پر عالمی برادری کی توجہ ضرور مرکوز ہو جاتی ہے۔

جنوبی سوڈان میں ورلڈ فوڈ پروگرام کی سربراہ جوئس لوما نے کہا کہ یہ ملک میں تین سال سے جاری خانہ جنگی کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے زرعی پیداوار بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ جنوبی سوڈان پہلے ۱۹۹۸ء میں بھی قحط کی زد میں آ چکا ہے، اس وقت ملک میں سوڈان سے آزادی حاصل کرنے کے لیے لڑائی ہو رہی تھی۔

گذشتہ ہفتے ورلڈ فوڈ پروگرام نے کہا تھا کہ خشک سالی اور خانہ جنگی کی وجہ سے دنیا کے چار مختلف حصے قحط کی زد میں آسکتے ہیں۔ ان کے مطابق عالمی برادری نے پہلے سے کہیں زیادہ امداد فراہم کی ہے لیکن پھر بھی یہ امداد سب ضرورت مندوں کی دیکھ بھال کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔

جنوبی سوڈان کا المیہ یہ ہے کہ وہاں ہمیشہ ہی صورت حال نازک بنی رہتی ہے، کبھی قحط سالی تو کبھی جنگ، ۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۶ء تک جنوبی سوڈان خطرناک خانہ جنگی کا شکار رہا، جس کی وجہ سے کم از کم ۲۵/لاکھ لوگوں کو اندرون ملک نقل مکانی کے لیے مجبور ہونا پڑا اور سیکڑوں بے قصور افراد ہلاک ہوئے۔

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

آرمینیا اور آذربائیجان میں عارضی جنگ بندی کا امکان

متنازع خطے نگورنو کاراباخ میں آرمینیا اور آذربائیجان کے درمیان جلد ہی عارضی جنگ بندی کا امکان ہے۔کاراباخ میں ۲۷رستمبر سے دونوں ملکوں کے درمیان جھڑپیں جاری ہیں،جن میں سیکڑوں جانوں کا زیاں ہوا اور بدترین تباہی مچی ہے۔(یواین آئی)

ایران کے ۱۸ربینکوں پرنئی امریکی پابندیاں

امریکہ نے ایران کے ۱۸ربینکوں پر معاشی پابندیاں عائد کردی ہیں۔ یہ گزشتہ چند ماہ کے دوران واشنگٹن کی طرف سے تہران کے خلاف ایک بڑا اقدام ہے۔ان پابندیوں سے ایسے غیر ملکی بینک بھی متاثر ہوں گے جو ایرانی بینکوں کے ساتھ کاروبار کررہے ہیں۔امریکی پابندیوں سے ایرانی بینک عالمی معاشی نظام سے کٹ کررہ جائیں گے،امریکہ کا کہنا کہ وہ اس وجہ سے یہ معاشی پابندیوں عائد کررہا ہے تاکہ ایران کو اس کی جارح سرگرمیوں کے لیے فنڈنگ کی فراہمی روکی جاسکے،اقوام متحدہ میں ایران کے سفیر نے الزام عائد کیا ہے کہ ان پابندیوں کے ذریعے امریکہ معاشی دہشتگردی کا ارتکاب کررہا ہے۔سیکورٹی کونسل کے دیگر ممالک امریکہ کے اس فیصلے سے متفق نہیں ہیں،ان ممالک کا موقف ہے کہ امریکہ اقوام متحدہ کی پابندیوں کا دوبارہ اطلاق نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے ایران کے ساتھ ۲۰۱۸ء میں نیوکلیر ڈیل کو ختم کردیا تھا۔(بی بی سی لندن)

امن کا نوبل انعام،اقوام متحدہ کے ورلڈ فوڈ پروگرام کے نام

نوبل انعام برائے امن ۲۰۲۰ء اقوام متحدہ کے ادارے ورلڈ فوڈ پروگرام کو دیا گیا ہے۔ ’’ورلڈ فوڈ پروگرام‘‘ کو جنگ زدہ علاقوں میں بھوک مٹانے میں کلیدی کردار ادا کرنے پر نوبل انعام برائے امن سے نوازا گیا ہے جس کا فیصلہ ناروے کی نوبیل کمیٹی نے کیا۔نوبل کمیٹی کی چیئر پرسن نے اپنی تقریر میں کہا کہ خوراک انسان کی بنیادی ضرورت ہے،دنیا بھر میں کئی بچے بھوک کا شکار ہیں،جنگ زدہ علاقوں میں حالت مزید خراب ہے ایسی صورت حال میں اقوام متحدہ کے اس ادارے نے بنیادی انسانی حقوق کے لیے بے مثال کام کیا۔واضح رہے کہ گزشتہ برس نوبل انعام برائے امن ۲۰۱۹ء امن کے لے کی گئی کوششوں کی وجہ سے دنیا کی توجہ کا مرکز بننے والے جواں سال اور پُرعزم ایتھوپیا کے وزیراعظم آبے احمد علی کے نام رہا تھا،انہوں نے پڑوسی ملک اریٹریا کے ساتھ دہائیوں سے جاری دشمنی کو ختم کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔(نیوز ا کسپریس پی کے)

ادب کا نوبل انعام امریکی خاتون شاعرہ لوئس گلک کے نام

نوبل انعام برائے ادب ۲۰۲۰ء امریکی خاتون شاعرہ لوئس گلک کو دیا جائے گا،دنیا کے اس سب سے معتبر ایوارڈ سے ادیبوں کو سرفراز کرنیوالی سویڈن کی سویڈش اکیڈمی آف نوبل پرائز نے یہ اعلان کیا ہے۔کمیٹی کی جانب سے جاری بیان کے مطابق ۷۷رسالہ لوئس ایلزبتھ گلک کو ان کی بے باک شاعری کے باعث رواں سال کا نوبل انعام دیا جارہا ہے۔(یواین آئی)

میکسیکو میں کوکین سے بھرا طیارہ گرکرتباہ

عالمی خبررساں ادارے کے مطابق میکسیکو میں منشیات فروش گروہ ایک طیارے میں آدھا ٹن کوکین لے جانے کی کوشش کررہے تھے،انسداد منشیات فورس کے ہیلی کاپٹر نے طیارے کا تعاقب کیا جس کے دوران طیارہ کا فیول ختم ہوگیا اور طیارہ زمین بوس ہوگیا۔طیارے میں موجود دونوں افراد حادثے میں ہلاک ہوگئے، ہلاک ہونے والوں کی شناخت ظاہر نہیں کی گئی ہے۔منشیات فروش گروہ کی گرفتاری کے لیے چھاپہ مار ٹیم تشکیل دیدی گئی ہے،خیال رہے کہ میکسیکو میں منشیات فروشوں کے کئی منظّم گروہ سرگرم ہیں۔(نیوز ا کسپریس پی کے)

امریکی نائب وزیرخارجہ بیگن کا دورہ ہندستان و بنگلہ دیش

امریکی نائب وزیرخارجہ اسٹیفن ای بیگن ۱۲رتا۱۶ راکتوبر ہندوستان اور بنگلہ دیش کا سفر کریں گے۔وہ ۱۲رسے ۱۴راکتوبر تک ہندوستان کا دورہ کریں گے جہاں نئی دہلی میں وہ اعلی حکومتی عہدیداروں سے ملاقات کریں گے اور انڈیا-یوایس فورم میں اہم ریمارکس دیں گے۔(یواین آئی)

بنگلہ دیش میں اقلیتی طبقوں کا تحفظ کا مطالبہ

بنگلہ دیش میں ہندو،عیسائی، بدھسٹ برادریوں کی کونسل نے اقلیتوں کے خلاف فرقہ وارانہ تشدد کے پیش نظر حکومت سے ان کی سکیورٹی کو یقینی بنانے کی اپیل کی ہے،کونسل کے جنرل سکریٹری رانا داس گپتا نے ایک بیان میں گزشتہ مارچ سے ستمبر تک فرقہ وارانہ تشدد کے واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ملک میں فرقہ وارانہ تشدد روزانہ کا معمول بن گیا ہے۔(یواین آئی)

افغانستان میں فوجی چیک پوسٹوں پرحملوں میں 11 اہلکار ہلاک

افغانستان میں طالبان جنگجوؤں کے دوصوبوں کی سیکیورٹی چیک پوسٹوں پر حملے میں ۱۱راہلکار ہلاک جب کہ ۱۲ر زخمی ہوگئے۔افغان میڈیا کے مطابق طالبان جنگجوؤں نے قندوز کے علاقے میں فوجی چیک پوسٹ پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۴رفوجی اور ۴ر پولیس اہلکار ہلاک ہوگئے جب کہ ۵رفوجی اور ۴ر پولیس اہلکار زخمی ہیں۔اسی طرح ہلمند کے علاقے میں فوجی چیک پوسٹ پر حملے میں ۳رسیکیورٹی اہلکار ہلاک اور ۳رزخمی ہوگئے۔دونوں حملوں میں ہلاک اور زخمی ہونے اہلکاروں کی شناخت نہیں کی گئی ہے۔(نیوز ا کسپریس پی کے)

بزنس، روزگار و کیریر

ملکی ساختہ اینٹی ریڈی ایشن میزائل کا کامیاب تجربہ

ملکی طور پر تیار کردہ نئی نسل کا اینٹی ریڈی ایشن میزائل ’’رودرم‘‘ کا اوڈیشہ کے وہیلر جزیرے سے کامیابی کے ساتھ تجربہ کیا گیا،رودرم پہلی اینٹی تابکاری میزائل ہے اور اسے دفاعی تحقیق اور ترقیاتی ادارہ(ڈی آرڈی او)نے فضائیہ کے لئے تیار کیا ہے،رودرم کو ۱۰راکتوبر کو سکھوئی ۳۰رلڑا کا طیارے سے داغا گیا اور اس نے تابکاری کے ہدف کو نشانہ بنایا۔فی الحال،اس میزائل کے لانچنگ پلیٹ فارم کے طور پر سکھوئی ۳۰ر کو منتخب کیا گیا ہے اور وہ لانچنگ پوزیشن کے مطابق مختلف حدود کو نشانہ بنانے کی اہلیت رکھتا ہے،اس تجربے کی کامیابی کے ساتھ،ملک نے دشمن کے راڈار،مواصلاتی مقامات اور تابکاری پر مبنی دیگر اہداف کو ختم کرنے کے لئے طویل فاصلے سے چلنے والے اینٹی تابکاری میزائل تیار کرنے کی صلاحیت حاصل کرلی ہے۔(یواین آئی)

بیرونی زرمبادلہ کا ذخیرہ 3.62 ارب ڈالر کے اضافہ کے ساتھ نئی بلندی پر

غیر ملکی کرنسی کے اثاثوں میں بڑے اضافے کی وجہ سے بیرونی زرمبادلہ کے ذخیرہ میں ۲راکتوبر کو ختم ہونے والے ہفتے میں 3.62 ارب ڈالر کے اضافہ کے ساتھ 545.64 ارب ڈالر کی ریکارڈ سطح پر پہنچ گیا،اس سے قبل ۲۵رستمبر کو ختم ہوئے ہفتہ میں یہ تین ارب ڈالر کی کمی سے 542.02 ارب ڈالر رہ گیا تھا،ریزرو بینک کے ذریعہ ۱۰راکتوبر کو جاری کردہ اعداد وشمار کے مطابق ۲راکتوبر کو ختم ہونے والے ہفتے میں بیرونی زرمبادلہ کے ذخیرے کا سب سے بڑا حصہ غیر ملکی کرنسی کا اثاثہ 3.10 ارب ڈالر کے اضافے کے ساتھ 503.05 ڈالر تک پہنچ گیا۔(یواین آئی)

ان لاک ۵رمیں ان ریاستوں میں بند رہیں گے اسکول

کئی ماہ سے پورے ملک میں بند پڑے اسکولوں کو کھولنے کا فیصلہ مرکزی حکومت نے ان لاک ۵رکے عمل کے دوران کیا ہے،اس کیلئے وزارت داخلہ نے گائیڈ لائنس بھی جاری کی ہیں، حالانکہ اسکولوں کو کھولنے کا فیصلہ ریاستی حکومتوں کے اوپر چھوڑا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ حقیقت کا پتہ لگا کر اس کے مطابق فیصلہ لے سکتی ہیں۔ ایسے میں الگ الگ ریاستوں نے اپنے یہاں کے حالات کے مدنظر الگ الگ فیصلہ کیا ہے۔ان لاک ۵ر میں مہاراشٹر، دہلی اور مغربی بنگال جیسی کئی ریاستوں نے اسکولوں کو فی الحال بند رکھنے کا ہی فیصلہ لیا ہے،ان ریاستوں میں اسکولوں کو ۳۱راکتوبر تک بند رکھا جائے گا، وہیں اتراکھنڈ میں اس ہفتے اعلان کیا جاسکتا ہے کہ کب تک اسکولوں کو کھولا جائے گا، یوپی اور کرناٹک کی بات کریں تو ان ریاستوں میں ۱۵راکتوبر تک اسکول بند رہیں گے۔اسکولوں کو کھولنے کے بارے میں پندرہ اکتوبر کو آفیشیل نوٹس سے پتہ چلے گا،تملناڈو نے بھی حالات کے مدنظر اپنے پرانے فیصلے کو تبدیل کر کے اسکول بند رکھنے کا فیصلہ کیا،جن ریاستوں میں ۲۱رستمبر کو اسکول کھولے گئے تھے ان میں کلاس نو سے بارہ کے طلبہ کو آنے کی اجازت جاری رہے گی۔قابل غور ہے کہ جن ریاستوں میں پہلے سے اسکول کھلے ہوئے ہیں ان میں باقاعدہ کلاسوں کا کوئی بندوبست نہیں ہوگا لیکن طلبہ گائیڈ لائنس پر عمل کرتے ہوئے آسکتے ہیں۔ پنجاب، ہریانہ، جموں وکشمیر، میگھالیہ وغیرہ میں اسکولوں کو کھولا گیا ہے لیکن طلبہ کو صرف رہنمائی کے لئے آنے کی اجازت ہے۔مرکزی وزارت صحت و خاندنی بہبود اور وزارت داخلہ کے مطابق حاضری ضروری نہیں ہے، یہ فیصلہ والدین کی فکر و پریشانی کو دھیان میں رکھتے ہوئے کیا گیا ہے،نئی گائیڈ لائنس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکول کیمپس میں ۲۰۰رسے زیادہ لوگوں کو آنے کی اجازت نہیں ہوگی،گائیڈ لائنس میں اسکول کھولنے کے اصول بتائے گئے ہیں۔(نیوز-۱۸)

تعلیمی پالیسی کے تحت اردو علاقوں میں اردو ایجوکیشن زون تیار کرائے جائیں

نئی قومی تعلیمی پالیسی اور اردو زبان کو لےکر سوالات اٹھائے جارہے ہیں اور خدشات کا اظہار کیا جارہا ہے اسی سلسلے کی کڑی میں قومی تعلیمی پالیسی کے تحت اردو بولے جانے والے علاقوں میں میں اردو ایجوکیشن زون بنائے جانے پر زور دیا جانے لگا ہے، ماہرین اور صحافیوں کی طرف سے مشورہ دیا جارہا ہے کہ عوام کو مادری زبان میں ابتدائی تعلیم کو یقینی بنانے کے لئے اردو ایجوکیشن زون بنائے جانے کو یقینی بنانا ہوگا۔کل ہند انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند دہلی کی جانب سے گزشتہ روز قومی تعلیمی پالیسی اور زبان اردو پر قومی مذاکرہ منعقد کیا گیا،اس مذاکرے میں ملک کے مختلف صوبوں سے پروفیسر صاحبان، دانشوران ومحبان اردو نے شرکت کی اور پالیسی کے ہمہ گیرو ہمہ جہتی ہونے کا تجزیہ پیش کیا اور مفید مشورے بھی دیئے۔ان میں سے چند اہم مشورے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) پالیسی نے تعلیم کے جو مدارج متعارف کئے ہیں،اس میں بنیادی مرحلہ فاؤنڈیشن کورس کا ہے۔یہ کورس تین سال کی عمر سے شروع ہوکر سات سال کی عمر پر ختم ہوگا۔ پالیسی کہتی ہے کہ فاؤنڈیشن کورس بچوں کی مادری زبان میں ہونا چاہئے، چنانچہ آنے والے برسوں میں بہت بڑی تعداد میں فاؤنڈیشن کورس کے اردو میڈیم اسکولس کے قیام کی طلب ہوگی۔اس کے لئے تربیت یافتہ اردو معلمین کی ضرورت ہوگی۔اس مطالبے کو جہاں حکومت پورا کرے گی، وہیں غیر سرکاری فلاحی اداروں کے لئے بھی مواقع حاصل ہوں گے۔لہٰذا اس سلسلے میں سنجیدگی کے ساتھ منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔(۲) اردو کی معیاری کتب بالخصوص تاریخ اور شخصیات پر لکھنے اور انہیں تعلیمی اداروں میں متعارف کرانے کی ضرورت ہے۔(۳) پالیسی کہتی ہے کہ ہر ریاست میں اوپن اور فاصلاتی کورسیز کا بڑے پیمانے پر نظم کیا جائے گا۔اس سلسلے میں اردوداں طبقہ اس بات کو یقینی بنائے کہ جن ریاستوں میں اردو بولنے والوں کی معتدبہ تعداد ہو، وہاں مذکورہ تمام کورسیز اردو، ذریعہ تعلیم کے تحت بھی چلایا جائے۔(۴) پالیسی میں اسپیشل ایجوکیشن زون کا منصوبہ پیش کیا گیا ہے۔ہم حکومت سے مطالبہ کریں کہ جہاں اردو بولنے والے طبقے کی اکثریت ہو، یہ ایجوکیشن زون اردو زبان کے قائم کئے جائیں۔(نیوز-۱۸)

طب و سائنس

کان کے مسائل اور اس کا حل

حکیم کوثر قادری

کان کی ساخت: انسانی کان تین حصوں پر مشتمل ہوتا ہے،جس میں بیرونی کان، درمیانی کان اور کان کا اندرونی حصہ شامل ہیں،کان کا وہ حصہ جو باہر نظر آ تا ہے، بیرونی کان کہلاتا ہے۔ بیرونی کان سے ایک سوراخ اندر کی طرف جاتے ہوئے کان کو ایک ایئر ڈرم سے جوڑتا ہے،ایئر ڈرم کا پچھلے والا حصہ درمیانی کان کہلاتا ہے۔ایئر ڈرم کے بعد کان میں ایک جھلی دار معدہ ہوتا ہے ،جو سیپ کی صورت میں ہوتا ہے،اسے اندرونی کان کہتے ہیں۔حواس خمسہ یعنی ہاتھ، ناک، آنکھ، زبان اور کان میں سے کان بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہمارے دماغ کو ملنے والے تمام پیغامات، اطلاعات ،معلومات کا تقریبا23 فیصد حصہ کانوں کے ذریعے ہم تک پہنچتا ہے۔سب سے پہلے آواز کی لہریں کان کے بیرونی حصہ میں داخل ہوکر اس حصے کی نالی سے گزر کر پردہ سے ٹکراتی ہیں پھر یہ کان میں وسطی حصے میں موجود ہڈیوں سے باری باری ٹکراتی ہیں۔آواز کی لہریں سماعت کے عضو، گانٹھ یا گرہ سے ٹکراتی ہوئی دماغ تک پہنچتی ہیں۔وہاں دماغ انہیں ڈی کوڈ کرتے ہوئے "معنی" دیتا ہے۔کہ یہ آواز کس طرف یا سمت سے؟ کس چیز کی آواز ہے؟ اس آواز کا مطلب کیا ہے؟ معنی کیا ہے؟

احتیاط: کان کا درد ہو تو فوری طور پر معالج سے رابطہ کرنا چاہیے۔خود ڈاکٹر نہیں بننا چاہئے۔ کان کے اندر پھنسیوں کی صورت میں کوئی سا تیل یا محلول دوا نہ ڈالیں۔ بلکہ معالج سے دوا لیں۔اسی طرح کان میں کچھ پھنس جانے کی صورت میں خود سے نکالنے کی کوشش نہ کریں اور کان کبھی بھی نوکدار یا باریک چیز سے نہ کھجائیں۔ ہمیشہ حلق کی بیماریوں اور نزلہ زکام سے اپنی حفاظت کریں۔کیونکہ ناک کان گلے کا سسٹم ایک ہی ہے۔ایک خراب ہوا تو دوسرا ساتھ ہی خراب ہو جائے گا۔

کان میں درد یا انفیکشن کی صورت میں ناک کو زیادہ زور سے صاف کرنے کی کوشش نہ کریں۔کھٹی اور ترش اشیاء کے استعمال سے گریز کریں۔کیلا ،تربوزہ، پپیتا اور کھیرے کا استعمال نہ کریں۔کیونکہ ان غذاؤں کے استعمال سے ریشہ ہونے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں جو کانوں سے متعلق مسائل کو اور زیادہ بنا دیتے ہیں۔اس کے علاوہ ریفریجریٹر میں رکھے گئے کھانوں سے بھی اجتناب برتیں۔کانوں کے درد اور دیگر مسائل کے دوران پیاز ،ادرک اور لہسن کا استعمال بہترین ثابت ہوتا ہے۔اگر کانوں میں درد ویکس کے سخت ہو جانے کی وجہ سے ہو رہا ہے تو گرم پانی سے غسل لے لیں۔بہت سی خواتین بچوں کو نہلاتے ہوئے اس بات کا دھیان نہیں رکھتی کہ بچوں کے کانوں میں پانی زیادہ نہ جائے۔کان میں پانی جانے کی صورت میں شدید تکلیف کا سامنا ہو سکتا ہے۔اس کے علاوہ بچے کو فلو اور نزلہ زکام ہونے کی صورت میں فوراً علاج کروائیں۔اپنے ہاتھوں اور بچوں کے کھلونوں کو اچھی طرح دھوئیں تاکہ کھیلتے وقت یا منہ میں ڈالتے وقت جراثیم بچے کے پیٹ میں نہ جا سکیں۔ صفائی کا خاص خیال رکھیں۔

کم سنائی دینا: کان کی نسیں کمزور ہونے سے یا تو آواز بالکل سنائی ہی نہیں دیتی اور اگر سنائی دے بھی تو سمجھ نہیں آتی۔ یہ شکایت عام طور پر 70 سال کی عمر اور اس سے زائد عمر کے لوگوں میں پائی جاتی ہے۔شور میں کام کرنے والے فیکٹری ورکرز اگر سوشل سیکیورٹی قوانین پر عمل نہیں کرتے تو ان کے کان جلدی خراب ہو جاتے ہیں۔شوگر کے مریضوں میں 55,50 سال کی عمر میں کانوں کے مسئلے پیدا ہو سکتے ہیں اور ایسے لوگوں میں کم سنائی دینے کی شکایت پائی جاتی ہے۔ بڑھتی عمر کے ساتھ بھی کان کی سماعت متاثر ہوتی ہے۔اس کے علاوہ اور بھی وجوہات ہیں جن سے کان کی سماعت متاثر ہوتی ہے وہ کان کا درمیان والا حصہ ہے اس میں کان کے پردے کا پھٹا ہونا، کان کا بہنا، نزلہ سے ٹیوب بلاک ہو کر کان بند ہونا ہیں۔کان کی میل اچانک کان کے پردے پر آ جانے سے،نہانے سے پانی کان میں جانے سے بھی کان بند ہو جاتا ہے۔یہ کان بند ہونے کی وہ وجوہات جو قابل علاج ہیں۔ان سے سماعت کم ہونے کا علاج کروانے سے کان ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ وراثتی بیماریاں زیادہ تر کان کو متاثر کرتی ہیں۔ بعض بچے پیدائشی بہرے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ گونگے بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ تین سال کی عمر تک آواز کان میں جائے گی تو بچہ بولنا سیکھے گا۔دوسرا بچے کی پیدائش کے بعد کوئی پرابلم ہو گیا مثلاً ٹائیفائیڈ بخار، گردن توڑ بخار یا کوئی اور بیماری کے علاج میں کچھ خاص انجکشن وغیرہ لگوائے ہوں تو ان سے کانوں کی نسیں یا دماغی ریشے ڈیڈ ہو جاتے ہیں تو کم عمری میں ہی سماعت کا مسئلہ ہوتا ہے۔ان بچوں اور عمر کے آخری حصے میں سماعت کے کم ہونے کی شکایت کرنے والے مریضوں کے کان علاج سے بھی ٹھیک نہیں ہو سکتے۔اس کے لئے سماعت کا آلہ ہی استعمال کرنا پڑتا ہے۔ایسے مریضوں کا جدید طریقہ علاج بھی ہے جسے Implants Cochlear کہتے ہیں۔مگر یہ طریقہ علاج بہت مہنگا ہے۔

چند لمحوں کے لیے کان کا بند ہونا: اکثر یہ شکایت کی جاتی ہے کہ چند لمحوں کے لیے کان بند ہو گیا۔اس ضمن میں Tinnitus کی مثال دی جاسکتی ہے جسے میڈیکل سائنس بیماری نہیں بلکہ ایک کیفیت مانتی ہے اور یہ کسی دوسرے مرض کی علامت ہو سکتی ہے۔اس میں مریض کو اپنے کان میں بھنبھناہٹ یا شور سنائی دیتا ہے جو کبھی تیز اور کم بھی ہو سکتا ہے۔ یہ شکایت مختصر دورانیے کے لیے بھی ہو سکتی ہے اور بعض اوقات کئی دنوں تک وقفے وقفے سے مختلف آوازیں یا شور سنائی دے سکتا ہے۔عام طور پر ہم اسے کان بجنا کہتے ہیں۔

چند گھریلو ٹوٹکے : **سرکہ**: سرکہ میں میگنیشم ،پوٹاشیم ،زنک اور مینگنیج شامل ہوتا ہے جو سماعت کے امراض میں مبتلا افراد کیلئے مفید ہیں۔خاص طور پر ایسے مریض جن کی سماعت کا نقصان پہنچا ہو، پانی کے ایک کپ میں سرکہ، شہد مکس کر کے استعمال کرنے سے کان کی جلن میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

پیاز: پیاز عرصہ دراز سے کان کے علاج کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے لیکن محققین نے اب ثابت کیا ہے کہ پیاز کان کی بیماریوں خاص کر صدمے کے وجہ، دھماکے یا کسی دباؤ کی وجہ سے کان کو پہنچنے والے نقصان میں کافی اثر رکھتا ہے۔سائنسدان پیاز کو موثر قدرتی علاج تصور کرتے ہیں۔اس کے استعمال کا طریقہ بتاتے ہوئے سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ایک لیٹر پانی میں 300 گرام پیاز 12 گھنٹے کیلئے بھگو دیں اور کان کے انفیکشن کی صورت میں یہ پانی استعمال کریں۔

پیسا ہوا نمک: کان کے درد، انفیکشن کیلئے پسا ہوا صاف نمک بھی دہائیوں سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ماہرین کے مطابق ایک کپ پیسا ہوا نمک گرم کر کے کپڑے میں لپیٹ کر کان کے اوپر رکھنے سے کان میں موجود سیال باہر آ جاتا ہے جبکہ انفیکشن سے آرام ملتا ہے۔اس کے علاوہ سلفر کا استعمال بھی بند کان کھولنے میں مدد دیتا ہے۔

ایک قدیمی علاج: تلوں کا تیل، دو کھانے کے چمچ اور لہسن کے چار جوئے لیں۔لہسن کو چھیل کر باریک کاٹ لیں اور ان کو تلوں کے تیل میں ڈال کر چولہے پر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ جب لہسن کا رنگ براؤن ہو جائے تو چولہے سے اُتار لیں اور تیل کو چھان لیں۔اس تیل کو کسی بوتل میں ڈال کر محفوظ کر لیں۔ جب بھی کان میں درد ہو تو اس کے دو قطرے کان میں ٹپکا لیں کان کا درد ٹھیک ہو جائے گا۔ایک مرتبہ کے استعمال سے ہی کان کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

ہفتۂ رفتہ

حاجی حسین احمد انصاری کے انتقال پر امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

جھارکھنڈ کے وزیر برائے اقلیتی فلاح حاجی حسین احمد انصاری کے انتقال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی نے کہا کہ وزیر موصوف ایک ایماندار اور شفاف سیاستداں کے طور پر اپنی شناخت رکھتے تھے،انہوں نے اسلامی شناخت اور وقار کے ساتھ سیاست کی اور اپنے دامن کو سیاست کی آلودگیوں سے بچا کر رکھا،علما اور اہل علم کی بہت عزت اور قدر کرتے تھے، دینی وملی اداروں سے خاص تعلق رکھتے اور ان کی ترقی واستحکام کے لیے اپنی وسعت کے مطابق تعاون کرتے تھے،امارت شرعیہ اور حضرت امیر شریعت مد ظلہ العالی سے بھی ان کو گہری عقیدت تھی۔ان کے انتقال سے ملت ایک صاف ستھری شبیہ کے حامل اور ملت کا درد و فکر رکھنے والے سیاست داں سے محروم ہو گئی۔ واضح ہو کہ مدھوپور سے ایم ایل اے اور جھارکھنڈ کابینہ میں اقلیتی فلاح کے وزیر حاجی حسین احمد انصاری ۷۳/سال کی عمر میں ۳/اکتوبر ۲۰۲۰ روز سنیچر کی دوپہر کو مختصر علالت کے بعد راہی ملک عدم ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون،انہوں نے رانچی کے میدانتا اسپتال میں آخری سانس لی، فی الحال وہ اقلیتی فلاح کے وزیر تھے اور جھارکھنڈ حج کمیٹی کے چیرمین بھی تھے۔امارت شرعیہ میں ان کے انتقال پر تعزیتی نشست منعقد ہوئی، جس میں موجود امارت شرعیہ کے ذمہ داروں اور کارکنان نے ان کے انتقال پر اظہار تعزیت کی۔ان کا شمار جھارکھنڈ کے قد آور سیاسی رہنماؤں میں ہوتا تھا۔وہ سادگی پسند اور مضبوط اعتماد والے عوامی رہنما تھے ۔انہوں نے اپنے سیاسی سفر کا آغاز کانگریس پارٹی کے ساتھ کیا تھا،لیکن بعد میں شیبو سورین کی جھارکھنڈ مکتی مورچہ میں شامل ہو گئے تھے، جھارکھنڈ کی تحریک میں انہوں نے عملی حصہ لیا اور اس کے صف اول کے لیڈروں میں شمار ہوتے تھے، رہنے والے وہ دیوگھر ضلع کے مدھوپور کے تھے،انہوں نے 1995، 2000، 2010 اور 2019 میں مدھوپور اسمبلی حلقہ سے جیت حاصل کی تھی۔مرحوم کے لیے مغفرت و بلندی درجات کے ساتھ پسماندگان کے لیے صبر وثبات کی دعا کی گئی۔

مادری زبان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے آندھرا پردیش کے تمام سرکاری اسکولوں کو انگریزی میڈیم میں تبدیل کرنے کے معاملے میں کہا کہ مادری زبان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ چیف جسٹس شرد اروند بوبڑے، جسٹس اے ایس بوپنا اور جسٹس وی رام سبرمنیم کی

راشد العزیری ندوی

ڈویژن بنچ نے آندھرا پردیش ہائی کورٹ کے حکم کو چیلنج کرنے والی ریاستی حکومت کی خصوصی اجازت کی درخواست پر سماعت کے دوران کہا۔ مادری زبان کے ذریعہ پڑھائی لکھائی کرنا کسی بھی بچے کی ٹھوس بنیاد ہے۔جسٹس بوبڑے نے کہا کہ ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ بنیاد سازی کے لیے بچے کو مادری زبان کے ذریعے پڑھانا ضروری ہے۔آندھرا پردیش ہائی کورٹ نے ریاست کے تمام اسکولوں کو انگریزی میڈیم میں تبدیل کرنے کے جگن موہن ریڈی حکومت کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا ہے، جسے حکومت کی جانب سے عدالت عظمی میں چیلنج کیا گیا ہے۔آندھرا پردیش حکومت کی جانب سے سینئر ایڈوکیٹ کے وی وشوناتھن نے یہ دلیل دی کی کہ مادری زبان سے سمجھوتہ نہیں کیا جا رہا ہے۔غریب طلبہ انگلش میڈیم کی خطیر فیس ادا کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ریاست کے ۹۶/فیصد والدین اپنے بچوں کو انگریزی میڈیم اسکولوں میں پڑھانا چاہتے ہیں، جبکہ تلگو زبان کے لئے ہر ڈویژن میں ایک اسکول ہے۔

سعودی عرب نے عمرہ کی اجازت دے دی

سعودی عرب نے وزارت حج وعمرہ کے لئے سفر کی اجازت دے دی،سعودی عرب نے اس سے پہلے مارچ میں کورونا وائرس کے معاملے سامنے آنے کے بعد غیر ملکی اور گھریلو مسلمانوں کے لیے سفر حج اور عمرہ کی اجازت ملتوی کر دی تھی، وزارت حج کے متعلق افسران نے سنیچر کو بتایا کہ سفر چار مرحلوں میں ہوگی، پہلے مرحلے میں ۴/اکتوبر سے صرف 30 فیصد مسافروں کے ساتھ شروع ہوگی ،انہوں نے بتایا کہ ۱۸/اکتوبر سے شروع ہونے والے دوسرے مرحلے میں 75 فیصد عازمین عمرہ شامل ہونگے ،تیسرے مرحلے میں یکم/نومبر سے مقامی اور غیر ملکی مسلمان عازمین عمرہ میں شامل ہوں گے،انہوں نے بتایا کہ ۱۰۸۰۰۰ سے زیادہ غیر ملکی اور ملکی عازمین کو عمرہ کی اجازت دی گئی ہے، اپنے سفر کے دوران مسافر سوشل ڈسٹنسنگ اور دیگر احتیاطی طریقہ کار کی پیروی کریں گے۔

دعائے مغفرت

امارت شرعیہ کے نائب نقیب، ضلع سوپول کی مشہور و معروف شخصیت الحاج ماسٹر محمد علاء الدین صابر صاحب مورخہ ۵/اکتوبر ۲۰۲۰ء بوقت بعد نماز مغرب مختصر علالت کے بعد دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون ان کے جنازہ کی نماز بعد نماز عصر جامع مسجد حسین چوک سوپول میں ادا کی گئی ،اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔قارئین نقیب سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

ہمت اور حوصلہ برقرار رکھئے

ڈاکٹر محمد منظور عالم

مصائب، مشکلات اورناموافق حالات کا سامنا ہر زمانے میں امت مسلمہ کو کرنا پڑا ہے، عہد نبوی سے لے آج تک ہمیشہ اور ہر عہد میں امت مسلمہ نے مشکلات کا سامنا کیا ہے، آزمائشوں اور پریشانیوں سے گزرنا پڑا ہے، تاہم امت مسلہ نے ہمیشہ حالات کا مقابلہ کیا، مخالف ہواؤں کا رخ بدلنے کا کارنامہ انجام دیا، ناموافق اور مشکل حالات کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے بجائے مضبوطی اور پوری قوت کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا ہے، زمانہ نبوت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی اور کفار کو اللہ کی وحدانیت اور اپنی رسالت تسلیم کرنے کی دعوت دی تو وہ سبھی آپ کے دشمن ہوگئے، عداوت اور مخالفت اتنی بڑھ گئی کہ سالوں تک آپ کو شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا، ہرطرح کی مشقتوں سے گزرنا پڑا، لیکن آپ نے ثابت قدمی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا، ہر ایک مشکل کو برداشت کرتے ہوئے اپنا عظیم مشن جاری رکھا، آپ کے پائے ثبات میں کہیں بھی کبھی بھی کوئی لغزش نہیں آئی، جب آپ مدینہ طبیہ کی جانب ہجرت کررہے تھے تو اس وقت بھی دشمن آپ کے قریب پہونچ گئے تھے لیکن آپ مطمئن اور بے خوف تھے، آپ کو یقین تھا کہ یہ حالات بدل جائیں گے، تاریخ کی کتابوں میں غزوہ حنین کا یہ تذکرہ بھی بہت اہم ہے اور عہد حاضر میں عالم اسلام کے لئے امید کی ایک کرن ہے۔ میدان جنگ میں دشمنوں نے چہار جانب محاصرہ کرلیا، چاروں طرف سے تیر کی بارشیں ہوگئیں، صحابہ کرام خوف زدہ ہوگئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے، آپ نے سبھی کو حوصلہ دیا، ہمت دلائی پھر مسلمانوں نے ہاری ہوئی جنگ جیت میں بدل دی، مسلمانوں کو فتح ملی، غزوہ موتہ میں صرف تین ہزار صحابہ کرام تھے، کفاروں کا عظیم لشکر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سپہ سالار مقرر فرمائے تھے کہ پہلے جعفر بن طیار سپہ سالار رہیں اگر وہ شہید ہوجاتے ہیں تو فلاں ہوں گے، اس طرح تینوں سپہ سالار شہید ہوگئے اور پھر صحابہ کرام نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر مقرر کیا، حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی کمال فراست، ذہانت، شجاعت سبھی کا بھرپور مظاہرہ کیا اور دشمنوں کے نرغے سے مسلمانوں کو محفوظ طور پر نکال لیا۔

تیرہویں صدی میں چنگیز خان کی فوج نے مسلمانوں کا ہر جگہ قتل عام شروع کردیا، سمرقند اور بخارا جیسے تاریخی علمی شہر میں خون کی دریا بہنے لگی، ہلاکو خان نے بغداد کو تباہ کردیا، چار لاکھ مسلمانوں کا قتل کردیا، پورے عالم میں اسلام پر منگلولوں کا خوف طاری تھا، لیکن مسلمانوں نے اس وقت بھی حوصلہ سے کام لیا اور بغداد میں قتل وغارت گری کرنے والے ہلاکو خان کی فوج جب مصر کی جانب بڑھی تو منگولوں نے بدترین شکست دی اور پھر وہیں سے منگولوں کے ظلم کا خاتمہ ہوگیا، چنگیز خان کی اولاد اور ان کی فوج نے اسلام قبول کرکے مذہب اسلام کی پاسداری شروع کردی، اسلام کے دشمن اسلام کے پیامبر بن گئے، اسی عرصہ میں مسلمانوں کو ایک نئی مرکزی قیادت ملی، اناطولیہ کی سرزمین پر ایک نئی حکومت قائم ہوئی جس نے چھ سو سالوں تک آدھی دنیا پر حکومت کی، انیسویں صدی کی آخری دہائی کی بات ہے، خلافت عثمانیہ کے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید ثانی کو تخت سے اتارنے اور خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے لئے امریکہ، برطانیہ، روس، فرانس سبھی نے متحد ہوکر منصوبہ بندی کی، سازشوں کا سلسلہ شروع کردیا لیکن سلطان عبدالحمید نے اپنی ذہانت اور مضبوط جاسوسی کا نظام قائم کرکے سبھی کو ناکام کردیا، سلطان نے تنہا وقت کی اہم طاقتوں کا مقابلہ کیا اور انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا، ہندوستان پر انگریزوں نے تقریباً دوسو سالوں تک حکومت کی لیکن مسلمانوں اور یہاں کے دیگر محبّ وطن شہریوں نے ایک دن کے لئے بھی انگریز حکومت کو تسلیم نہیں کیا، انگریزوں کو یہاں سے بھگانے اور ملک کو آزاد کرنے کیلئے ان کی کوشش جاری رہی اور بالآخر ایک دن ایسا آیا کہ آزادی کے متوالوں کو آزادی ملی، برسوں کی قربانی اور جدوجہد رنگ لائی۔ تمام واقعات بتاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ہر زمانے کی مشکلیں الگ ہوتی ہیں، کبھی تلوار اور بارود سے حملہ ہوتا ہے، کبھی بم برسائے جاتے ہیں، کبھی علمی میدان میں شکست دینے کی کوشش کی جاتی ہے، کبھی فکری یلغار کی جاتی ہے اور ایک زندہ قوم سبھی حالات کا مقابلہ کرتی ہے، ہر ایک سازش کو ناکام بناتی ہے، دنیا کی صحیح سمت کی جانب رخ کرتی ہے، انسانیت کو گمراہی، ظلم اور غلامی سے بچاتی ہے۔

آج کے دور میں فکری یلغار ہورہی ہے، انسانیت پر حملہ ہورہا ہے، دنیا کے مٹھی بھر لوگ پوری دنیا کو غلام بنانا چاہتے ہیں، عالم انسانیت پر اپنی غلامی تھوپنا چاہتے ہیں، وہ پوری دنیا کو محکوم اور خود حاکم بننا چاہتے ہیں، یہ گروپ ماضی میں بھی پہلے کئی مرتبہ سرگرم ہوا اور اب پھر یہ سر اٹھا رہا ہے، کمزوروں، مظلوموں، غریبوں اور بے بسوں کو محکوم اور غلام بنانا چاہتا ہے، آزادی سلب کرکے انہیں اپنا ماتحت بنانے کی منصوبہ بندی کررہا ہے، خاص طور پر ہر سمت سے مسلمانوں اور عالم اسلام پر حملہ ہورہا ہے، فکری، سیاسی، تہذیبی، سماجی، تعلیمی، عسکری ہر میدان میں مسلمان اپنے دشمنوں کے نرغے میں ہیں، لیکن یہی موقع ہے صبر سے کام لینے کا، ہمت اور حوصلہ برقرار رکھنے کا، اپنی طاقت اور توانائی کو منتشر ہونے سے بچانے کا۔ اس وقت پوری دنیا میں جو حالات چل رہے ہیں اس میں عام طور پر مسلمانوں کے استحصال کی مہم چل رہی ہے، یہی وقت ہے کہ اہل ایمان رجوع کریں، سیرت کا مطالعہ کریں، قرآن کریم کی تعلیمات کو اپنائیں، اللہ تعالیٰ کے فرمان کو سینے سے لگائیں، واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا کے پیغام پر عمل کریں، کنتم خير امة کے پیغام کو سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ہی خیر امت کا لقب دیا ہے، تاکہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ولقد كرمنا بنى آدم بھی کہا ہے، جس کا صاف مطلب ہے کہ تمام بنی نوع انسان ناقابل احترام، مکرم اور معزز ہے، سبھی کو یکساں حقوق حاصل ہیں، ہر ایک انسان انصاف، مساوات اور آزادی کا حقدار ہے، کسی کو بھی کسی پر کوئی ترجیح اور فوقیت نہیں دی جاسکتی ہے۔

محبت اور چاشنی سے رشتوں کو مضبوط کیجئے

منیرہ عادل----------------------گوشۂ خواتین

چاہنا اور چاہے جانا، دنیا کا سب سے خوبصورت احساس ہے، محبتوں کا احساس رشتوں کو مضبوطی سے جوڑے رکھنے کے ساتھ جینے کی ایک نئی امنگ پیدا کرتا ہے، لیکن اگر محبت بھرے رشتوں کے درمیان فاصلوں کی دیوار آجائے تو خوشیوں کے رنگ پھیکے لگنے لگتے ہیں، خوشیوں بھرا کوئی موقع ہو، کوئی تہوار یا کوئی یادگار دن، جیون ساتھی ساتھ نہ ہو تو بھرے پڑے گھر میں بھی تنہائی کا سا احساس ہونے لگتا ہے۔ شریک حیات کے بغیر خوشیاں ادھوری لگتی ہیں، ایسا عموماً تب ہوتا ہے جب شریک حیات روزگار کے سلسلے میں کسی دوسرے شہر یا ملک میں مقیم ہو، ایسے میں اگر خیال نہ رکھا جائے تو بعض اوقات شک اور بدگمانی بھی پیدا ہونے لگتی ہے، لیکن اگر اپنی محبت پر یقین ہو، اپنی ذات پر اعتماد ہو تو ایسی منفی سوچیں کبھی رشتوں میں دوری کا سبب نہیں بنتیں۔

درحقیقت زندگی خوابوں کی طرح پھولوں کی سیج نہیں ہوتی، نہ ہی جیون ساتھی خوابوں کے شہزادے کی طرح ہوتا ہے، زندگی سمجھوتے اور مصلحت کا دوسرا نام ہے، جس میں محبت، اعتماد اور سمجھ داری سے رشتوں کو مضبوط بندھن میں باندھے رکھنا پڑتا ہے، خوبصورت رشتوں میں محبتوں کے رنگ خود بھرنے پڑتے ہیں، جیون ساتھی کے دل میں اپنا ایسا مقام بنالینا کہ جس کو کوئی ہلا نہ سکے، یہ ہر ایک کی دلی خواہش ہوتی ہے، اور یہ مقام صرف محبت کے ذریعے ممکن ہے، لیکن جب شریک حیات دیار غیر میں مقیم ہو تو برسوں پرانی محبت کے رشتوں میں بدگمانیاں پیدا ہونے لگتی ہیں، تھوڑی سی سمجھداری سے چند چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کرکے خواتین اپنی محبت کے بندھن کو مضبوط کرسکتی ہیں۔

مثبت سوچ اپنائیں:۔ زندگی کو خوشگوار انداز سے بسر کرنے، خوش رہنے اور اپنے شریک حیات اور اہل خانہ کو خوش رکھنے کا سب سے اہم اصول یہ ہے کہ مثبت اور اچھا سوچیں، اچھی امید رکھیں، شوہر پردیش میں بہ سلسلہ روزگار مقیم ہو تو وہ بھی صرف آپ ہی کے لئے محنت کررہا ہے، تاکہ آپ پرسکون اور خوش گوار زندگی گزار سکیں، لہذا اس کے احساسات اور جذبات کو بھی مدنظر رکھیں، وہ بھی یقیناً آپ کی کمی شدت سے محسوس کرتا ہوگا لیکن روزگار کی مجبوری آڑے آگئی ہے، اعتماد، اپنائیت اور محبت کی چاشنی سے اپنے رشتے کو مضبوط کریں، زندگی بہت خوبصورت لگنے لگے گی۔

اپنی محبت کا اظہار کیجئے:۔ اظہار محبت اپنے اندر ایک ایسی مقناطیسی کشش رکھتا ہے جو دودلوں کو زندگی بھر شریک حیات کے خوبصورت رشتے میں باندھ دیتا ہے، محبت کا لطیف احساس ہی خوشگوار زندگی کی بنیاد ہے، وقتاً فوقتاً شوہر سے محبت وچاہت کا اظہار کرکے اپنے اس قیمتی رشتے کو محبت کی مضبوط زنجیر سے باندھ دیجئے، خط، عید کارڈ، ای میل، ایس ایم ایس اور سرپرائز فون کال، وائس چیٹ کے ذریعہ اپنی محبت کا اظہار، مختلف تہوار، مواقع، اہم دنوں پر مبارکباد دے کر آپ شوہر کو احساس دلاسکتی ہیں کہ آپ ان سے کتنا پیار کرتی ہیں اور ان کی کمی کس قدر محسوس کرتی ہیں۔

تحفے تحائف:۔ کسی بھی اہم موقع، تہوار یا اہم دن پر شوہر کو کوئی خوبصورت سا تحفہ، گل دستہ کوریئر سروس کے ذریعہ بھجوایا جاسکتا ہے، اگر شوہر کوئی تحفہ یا کارڈ بھیجے تو اسے سراہنے میں کوئی کوتاہی نہ کیجئے، ہوسکتا ہے وہ تحفہ آپ کی پسند کے مطابق نہ ہو مگر کبھی بھی ناپسندیدگی کا اظہار نہ کریں، ہوسکتا اس طرح آپ کے شوہر کے جذبات کو ٹھیس پہنچے یا ان کا دل ٹوٹ جائے اور وہ آئندہ آپ کو کوئی تحفہ بھیجنے سے گریز کریں، البتہ بعد میں کبھی دوران گفتگو سلیقے سے اپنی پسند سے آگاہ کیا جاسکتا ہے، اگر وہ کسی اہم دن، تہوار یا کسی یادگار دن یا موقع پر کوئی تحفہ یا کارڈ وغیرہ نہیں بھیجے تب بھی آپ فرمائش کرنے اور شکوہ وشکایت کرنے سے گریز کریں، یاد رکھئے ہیرے موتی کے زیورات بھی سچی محبت کے احساس سے زیادہ انمول نہیں ہوتے، لہذا محبت کی قدر کیجئے۔

بچے اور خاندان:۔ صاحب اولاد جوڑوں میں اولاد بھی رشتوں کی مضبوطی کا ایک اہم سبب بنتی ہے، بچوں کو ہمیشہ والد سے بات کروایئے، انہیں والد کو خط، ای میل وغیرہ لکھنے کی عادت ڈالیں، بچوں کے ذہن میں ہمیشہ ان کے والد کی شخصیت کا ایک شفیق، مہربان اور قابل احترام خاکہ نقش کریں، اس سے بچے کی شخصیت پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے، خاندان، یعنی سسرال کو ہمیشہ اہمیت ومحبت اور عزت دیجئے، اپنے ساس، سسر وغیرہ کی شوہر سے فون یا انٹرنیٹ کے ذریعہ بات کروائیں، ان کی پسند ناپسند کا خیال رکھیں، تہوار پر چھوٹے چھوٹے تحائف دیجئے، شوہر کے شادی شدہ بہنوں، بھائیوں کو کسی خاص موقع پر بلاکر گھر پر دعوت کا اہتمام کیجئے، اس طرح آپ شوہر کے دل میں گھر کرلیں گے، سسرال میں بھی کسی سے تو تو میں میں ہوجائے یا بچوں کے جھگڑے، تو کوشش کریں کہ ان مسائل کا ذکر شوہر سے نہ کریں، ورنہ آپ کی شخصیت کا برا تاثر پڑتا ہے اور دیار غیر میں مقیم آپ کے شوہر فکر مند و پریشان رہے تو ان کی کارکردگی پر اثر پڑے گا۔

اپنی مصروفیات بتائیے:۔ اپنے سرتاج کو اپنی روزمرہ کی مصروفیات وغیرہ سے بالکل اسی طرح آگاہ رکھئے جیسے وہ گھر میں ہی موجود ہوں، آپ بہت مصروف ہیں یا فرصت میں اپنے شوہر کو آگاہ رکھئے، کوئی نیا کام کیجئے تو اس کی خبر دیجئے، معمول کے کام جس ڈگر پر ہورہے ہوں اس کی بات بتاتی رہیے، یہ روش آپ کے شریک سفر کو ہر لمحہ آپ سے جوڑے رکھے گی اور زمینی فاصلہ کوئی معنی نہیں رکھے گا۔

محبت فاتح عالم ہے، یقین رکھئے کہ بیوی بچوں کی محبت کی مضبوط زنجیر آدمی کو کہیں بھٹکنے نہیں دیتی دوسری طرف مسلسل رابطے سے زمینی فاصلوں کی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

روٹری ٹیم نے امارت شرعیہ ہاسپٹل کی کارکردگی کو حوصلہ افزا بتایا

پھلواری شریف: امارت شرعیہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ کے مولانا سجاد میموریل ہاسپٹل کے تحت ایک پروگرام بہار کے مشہور سرجن ومعالج جناب ڈاکٹر احمد عبدالحی صاحب کی صدارت میں میٹنگ ہال امارت شرعیہ میں منعقد ہوا جس میں روٹری کلب آف پاٹلی پترا کی ایک ٹیم نے شرکت کی، ٹیم نے مولانا سجاد میموریل ہسپتال کے مختلف شعبوں کا جائزہ لیا اوراس کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے ہسپتال کے اچھے خدمات کی تعریف کی اور کہا کہ امارت شرعیہ اوراس کے ہاسپٹل کو قریب سے دیکھ کرزیادہ خوشی ہوئی، یہاں بڑی تعداد میں روزانہ بلاتفریق مذہب کامیاب اورآسان علاج کیا جاتا ہے، ہاسپٹل کے کاموں سے متاثر ہوکر انہوں نے ایک باڈی فریز ہاسپٹل کوعطیہ کیا، اس پروگرام میں روٹری کلب کے صدرروٹرین ونود چودھری سکریٹری روٹرین شسما روٹیلا اور منتظم روٹرین وقاراحمد نے شرکت کی، اس موقع سے جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے اپنے تعارفی خطاب میں فرمایا کہ ہم سب کے مخدوم ومربی مفکراسلام حضرت امیر شریعت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی سرپرستی میں امارت شرعیہ کے تمام ادارے ترقی کی راہ پرگامزن ہیں، مولانا سجاد میموریل ہاسپٹل امارت شرعیہ کا ایک اہم شعبہ ہے، اوراس کی بہتر کارکردگی کے لئے ہم سبھی کوشاں رہتے ہیں، حضرت امیر شریعت کی فکرمندی ہے کہ ہم اس اسپتال کوجدید سہولیات اور طریقہ علاج کے ذریعہ آگے بڑھائیں، اللہ کا فضل ہے کہ اس ہاسپٹل کے ذریعہ بہتر خدمات انجام پا رہے ہیں۔قریب اور دور کے سینکڑوں مریض اس سے روزانہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔مختلف امراض کے ماہر ڈاکٹرس کے خدمات ہاسپٹل کوحاصل ہیں۔

اس موقع پر جناب ڈاکٹر احمد عبدالحئی چیرمین ایم ایس ایم ہاسپٹل نے کہا کہ ادھر امارت شرعیہ ہاسپٹل کو ماہر ڈاکٹرس کی خدمات حاصل ہوئی ہیں اور کاموں میں بہتری اورترقی ہوئی ہے اورمریضوں کا اعتماد بڑھا ہے، ان شاء اللہ ہم لوگ مل جل کراسے مزید آگے بڑھائیں گے، یہ ہاسپٹل جس حلقہ میں واقع ہے یہاں اس کی اہمیت کئی گنا زیادہ ہے، کم خرچ میں مریضوں کا علاج ہوتا ہے، ڈاکٹر نثار احمد انچارج ایم ایس ایم ہاسپٹل، ڈاکٹر یاسر حبیب، ڈاکٹر ابھیشیک گولوارا سمیت امارت شرعیہ کے سبھی شعبوں کے ذمہ داران اور کارکنان موجود رہے۔واضح رہے کہ امارت شرعیہ کے ہاسپٹل میں مختلف امراض کے ماہر ڈاکٹرس حضرات کی خدمات حاصل ہیں اور حضرت امیر شریعت کی ہدایت کے مطابق جلد ہی اسے آگے بڑھانے کا منصوبہ ہے، ابھی ڈاکٹر سید نثار احمد، ڈاکٹر سید غلام محی الدین ڈاکٹر نظیر احمد خان جنرل او پی ڈی، ڈاکٹر نوشاد صاحب ڈاکٹر ابھیشیک گولوارا، ڈاکٹر سجاد حیدر آنکھ او پی ڈی، ڈاکٹر نصرت یاسمین، ڈاکٹر رعنا شمیم ڈاکٹر ناہد فاطمہ، ڈاکٹر ہما کلیم گائینو او پی ڈی، (امراض نسواں) ڈاکٹر کمال وارث ڈاکٹر فہد نسیم فیزیو تھراپی، ڈاکٹر سید یاسر حبیب، ڈاکٹر نظیر الحق ڈینٹل او پی ڈی، ڈاکٹر امیت کمار، ڈاکٹر امیت کمار، ڈاکٹر تقی امام شعبہ اطفال، ڈاکٹر اجیت کمار سنہا، ڈاکٹر اقبال حسین، ہڈی او پی ڈی، ڈاکٹر فیاض احمد الٹرا ساؤنڈ، ڈاکٹر ریاض انجم اکسرے، ڈاکٹر امیت کمار پیتھولوجی، ڈاکٹر مناظر حسنین جنرل سرجری وغیرہ کے خدمات حاصل ہیں، اس کے ساتھ اے سی جی کا بھی نظم ہے۔

رحمانی ۳۰ کے طلبہ کی جے ای ای ایڈوانس کے امتحان میں شاندار کامیابی

رحمانی ۳۰ کے ۱۷۰ طلباء نے JEE-MAINS میں شاندار کامیابی حاصل کی جس میں میں ۱۴۶/ انجینئرنگ کے تھے اور ۲۴/ میڈیکل کے۔ ہرسال کی طرح اس سال بھی قابل تعریف کوالیفیکیشنس کے علاوہ طلبہ کے بہت اچھے رینکس بھی آئے ہیں۔رحمانی پروگرام آف ایکسلنس ملک کے کئی شہروں میں کام کر رہا ہے جیسے پٹنہ، جہان آباد (بہار) اورنگ آباد، خلد آباد (مہاراشٹر) اور بنگلور میں متعدد میڈیکل وانجینئرنگ سینٹر پوری محنت کے ساتھ مسلم مائنوریٹی طلبہ وطالبات کے مستقبل کوسنوارنے میں لگے ہوئے ہیں۔ان سینٹرز میں ملک کے مختلف صوبوں کے علاوہ بیرون ملک کے این آر آئی طلبہ وطالبات بھی مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری رحمانی پروگرام آف ایکسلنس کی نگرانی میں کر رہے ہیں یقیناً خلیج کے ملکوں میں رہنے والے ہمارے ملک کے باشندگان بھی اب اس بات کومحسوس کرر ہے ہیں، رحمانی پروگرام آف ایکسلنس مقابلہ جاتی امتحانات میں کامیابی کی ضمانت بن چکا ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی (بانی رحمانی تھرٹی) نے کہا ہے کہ یقیناً یہ کامیابی جناب ابھیانند جی کی انتھک محنت اور رہنمائی، سینئر لیڈرشپ، فیکلٹی، مینجمنٹ ودیگر عملہ کے ساتھ طلبہ اوران کے گارجین کے درمیان مقصد کی شناسائی اور باہمی تعاون ہی کی وجہ سے ممکن ہوسکی ہے۔انھوں نے کہا کہ اگرہم سب کا باہمی تعاون نا ہوتو ایسی تاریخی کامیابی کا حصول ہرگز ممکن نہیں۔ واضح رہے کہ حکومتی سطح پر جاری کردہ ہائر ایجوکیشن کی رپورٹ میں گذشتہ کئی سالوں سے لگاتار یہ بات سامنے آرہی ہے کہ ملک کے موجودہ تعلیمی ماحول میں اگر ہائر ایجوکیشن کی طرف نظر کی جائے تو مسلمانوں کی کامیابی کا تناسب بمشکل ایک سے چار فیصد ہے اور IIT-, JEE, NEET جیسے مقابلہ جاتی امتحانات میں تو کامیابی کا یہ تناسب محض ایک سے دو فیصد ہے۔ظاہر ہے کہ ایسے سخت اور چیلنجنگ ماحول میں رحمانی پروگرام آف ایکسلنس کی کامیابی کا یہ تاریخی تناسب بتلاتا ہے کہ اگر مسلم طلبہ وطالبات پریکسوئی کے ساتھ ایک صحیح سمت میں محنت کی جائے تو کامیابی ان کا قدم چومے گی۔

نوجوان نسل نے ہمیشہ ہراول دستے کا کردار ادا کیا

قیصر محمود عراقی

نوجوان کسی بھی ملک وقوم کا سب سے قیمتی اثاثہ ہوتے ہیں اور جب قوم کے نوجوان بلند حوصلہ اورقوم کی خدمت کے لئے کچھ کرگزرنے کا جنون رکھتے ہوں تو وہ قوم ترقی کی منازل طے کرکے اعلیٰ اقدار کے منصب پر فائز ہوتی ہے۔اور اگرقوم کے نوجوانوں میں مایوسی پائی جاتی ہوتو اس قوم کا مستقبل تاریک ہوجاتا ہے، بدقسمتی سے آج ہندوستان کے نوجوان اپنے مستقبل کے حوالے سے خاصے پریشان اور مایوس نظر آتے ہیں ۔کیونکہ موجودہ حکمراں کے دور میں نوجوانوں کوآگے بڑھنے اور ترقی کی منازل طے کرنے کے لئے سہولتوں سے زیادہ مسائل اور دشواریوں کا سامنا ہے، جبکہ نوجوانوں کے مسائل حل کئے بغیر ملک میں نہ تو ترقی ممکن ہوسکتی ہے اور نہ ہی بہترین معاشرہ تشکیل پاسکتا ہے، ہندوستان میں نوجوانوں کودرپیش سب سے بڑا اور گمبھیر مسئلہ بے روزگاری ہے، ملازمتوں کی عدم دستیابی اور روزگار کے حصول میں دشواری کے سبب مایوسی کی کیفیت نوجوانوں کی صلاحیتوں کوگھن کی طرح چاٹ رہی ہے۔جس کی وجہ سے نوجوان منفی سرگرمیوں کی طرف مائل ہورہے ہیں، تعلیم سے فراغت کے بعد جب نوجوانوں کواپنے علم وفن کے مطابق ملازمتیں دستیاب نہیں ہوتیں تو بے روزگاری کی یہ صورت حال پیچیدہ شکل اختیار کرلیتی ہے، اورنوجوانوں میں سماجی عدم تحفظ، لاقانونیت، بے راہ روی اور منشیات کے استحصال جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں، اس صورت حال کے باعث اکثر غریب گھرانوں کے والدین غربت کی وجہ سے بچوں کواسکول بھیجنے کے بجائے محنت مزدوری پر لگا دیتے ہیں، جس سے نوجوان خاندان کی کفالت کے قابل تو ہوجاتا ہے مگر حصول علم کے بغیر اس میں معاشرے کی اچھائی، برائی کو سمجھنے اور معاملات فہمی کی طاقت وسمجھ بوجھ نہیں ہوتی اوراس طرح اس کی صلاحیتیں قدرے جلد ختم ہوجاتی ہیں۔جبکہ زندہ دل معاشروں میں نوجوان ہمت، طاقت اور امید کا مظہر ہوتے ہیں، دنیا میں بڑی بڑی تحریکیں اور انقلاب کا مطالعہ کرلیں، تاریخ کا دھارا تبدیل کرنے اور معاشرہ کی درست سمت کا تعین کرنے میں نوجوان نسل ہمیشہ ہراول دستے کا کردار ادا کیا ہے، انسانی تاریخ میں نوجوانوں کی قربانیاں ایک لازوال تاریخ رکھتی ہے، جوقوم اپنی نوجوان نسل کوایک قیمتی اثاثہ کے طور پر پروان چڑھاتی ہیں وہی اقوام ترقی وخوشحالی معاشرے کی ضامن ہوتی ہیں، معاشرے کے لئے نوجوان نسل کتنی اہم ہے اس کا اندازہ ہمیں تاریخ کا آئینہ صاف دکھا سکتا ہے، نوجوان انقلاب اور بغاوت کے لئے تازہ دم خون کا درجہ رکھتے ہیں، مذہب اسلام نوجوانوں کو داعی، مصلح، غازی، صادق، پاکباز، زہدوتقوی جیسی صفات سے آراستہ کرتے ہوئے باکردار نوجوان کے طور پر تیار کرتا ہے۔اسلامی تاریخ کا جائزہ لیں، بے شمار مثالیں ایسی موجود ہیں جنھوں نے اسلام کواپنے کردار عمل سے زندہ وجاوید رکھا ہوا ہے۔حضرت امام حسینؓ اور محمد بن قاسم جیسی مثالیں آج بھی تاریخ کے دھارے کا رخ موڑتی نظر آتی ہیں۔مگر بدقسمتی سے سماج جس قدر اسلامی اقدار سے دور ہوتا چلا جارہا ہے، نوجوان ملت اسلامیہ کا گرم خون سرد پڑتا جارہا ہے، آج اکیسویں صدی کی ہماری نوجوان نسل ایک ایسے جمہوری نظام میں منشیات اور جرائم کی دنیا کی جانب راغب ہوتی جارہی ہے، ملک میں روزگار کے حالات اس نہج پر ہیں کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان بھی درجہ چہارم کی نوکری کے لئے دربدر ہے، لاکھوں ایسے نوجوان ہیں جو تعلیم یافتہ ہیں اور ہاتھوں میں ڈگریاں تھامے اپنے حق کے لئے رشوت اور سفارش نہ ہونے کے باعث دفتروں کے چکر لگا کر گھروں کو مایوس و نامراد لوٹ جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا ایسے نوجوان کسی معاشرے کے لئے روشن مستقبل کی ضمانت بن سکتے ہیں؟ قطعاً نہیں۔جس ملک میں نوجوان نسل کا مستقبل رشوت اور سفارش کی کسوٹی پر جانچا جائے وہاں ملک وملت کی ترقی وخوشحالی دیوانے کے خواب کے مترادف ہوتی ہے، جمہورِ ہند کے اس قیمتی اور انقلابی اثاثے کوجس بے رحمی کے ساتھ اقتدار کے بھوکے لوگ تباہ وبرباد کرنے پر تلے ہیں وہ غوروفکر کی متقاضی ہیں۔موجودہ حالات اور نظام میں نوجوان اپنے مقصد سے عدم واقفیت کی بنا پر شیرازے کی صورت میں بکھرتے چلے جارہے ہیں۔نوجوانوں کی تربیت میں جو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے وہ انھیں بامقصد بنانا ہوتا ہے، جس کا نہ اس معاشرے کوادراک ہے اور نہ ہی کسی حکمراں کی ترجیہات میں یہ شامل رہا ہے، جب مقصد سے عدم واقفیت ہوگی تو منزل کا تصور محال ہوتا ہے۔اس صورت حال میں معاشرے اور حکمرانوں کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ نوجوانوں میں شعور بیدار کی جائے تاکہ مقصدیت کے ساتھ نشان منزل کی جانب ملک وملت کے بہتر مستقبل کی سفر پر گامزن ہوسکیں، اس کے لئے حکومت کو چاہئے کہ نوجوان نسل کوقومی دھارے میں شامل کرنے کے لئے جامع اور فعال منصوبہ بندی کرے اور روزگار کے ایسے مواقع فراہم کرے جن سے ان کی صلاحیتیں زنگ آلود ہوکر معاشرے کے لئے مہلک ثابت نہ ہوں، لہذا اہم نوجوان نسل میں جتنی ذمہ داری، مقصدیت اور منزل کی سوچ کو پروان چڑھاتے ہوئے بیدار رہینگے وہ اسی رفتار کے ساتھ معاشرے کے لئے سنجیدہ اور متحرک ہوتے جائینگے۔معاشرہ خوشحال ہوگا، ہرشعبہ زندگی کا پہیا چلتا رہے گا۔یہ نوجوان نسل کا خون اس معاشرے کے لئے زندگی کی علامت ہے اس لئے نوجوانوں کو فعال اور متحرک بناتے ہیں، ان کی تربیت کے لئے ہمیشہ فعال کردار ادا کرتے رہنا چاہئے۔کیونکہ نوجوان نسل ملک وملت کا بیش بہا قیمتی اثاثہ ہے۔لہذا معاشرے اور حکومت کی اولین ذمہ داری ہے کہ نوجوان نسل کے لئے ایسے مواقع پیدا کیئے جائیں جس سے آج کا نوجوان معاشرے سے دوری اختیار نہ کرے، اس کا مزاج اور سوچ مثبت رہے۔معاشرہ افراد سے تشکیل پاتا ہے، اس لئے ہر فرد کوانفرادی اور اجتماعی طور پر معاشرے کی بہتری کے لئے کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔اب وقت ہے کہ نوجوان نسل کوتعلیم، ٹیکنالوجی اور سیاسی شعور سے آراستہ کرکے آگے بڑھایا جائے۔کیونکہ ماضی میں نوجوان نسل نے بہت سے عالمی ریکارڈ اپنے نام کئے ہیں جو ہندوستان کی نیک نامی کی شناخت ہیں، آج موجودہ حالات میں بھی اس حقیقت سے کسی کی مفر نہیں کہ نوجوان نسل کی خوابیدہ صلاحیتوں کواجاگر کرتے ہوئے قومی دھارے میں شامل کرکے ترقی کے مزید مؤثر راستے تراشے جاسکتے ہیں۔آج کا نوجوان چاروں اطراف سے ایسے مسائل میں گھرا ہوا ہے جواس کی شخصیت اور کردار پر یلغار کئے ہوئے ہیں۔ایسے میں معاشرہ اور حکومت کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ہندوستان کا مستقبل اسی صورت محفوظ ہوسکتا ہے جب ہم نوجوانوں کی جدید خطوط پر تربیت کرتے ہوئے معاشرتی نظم ونسق، بھائی چارے امن اور برداشت کواس کی گرہ سے باندھ کر قومی دھارے میں شامل کریں گے۔

Volume:60/70,Issue:40 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے
(داغ دہلوی)

کیا بابری مسجد نے ''خودکشی'' کی تھی؟

معصوم مراد آبادی

سی بی آئی کی خصوصی عدالت نے بابری مسجد انہدام سازش کیس کے تمام ملزمان کو باعزت بری کرنے کا فیصلہ سنایا ہے۔ سی بی آئی نے ان ملزمان کے خلاف جو ثبوت فراہم کئے تھے، وہ عدالت کی نگاہ میں ''ناکافی اور فرضی'' قرار پائے ہیں۔ عدالت نے اپنے 2300 صفحات کے فیصلے میں ان لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی مجرم نہیں گردانا جنھوں نے تاریخ کے سب سے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ سی بی آئی نے اس مقدمے میں جتنے بھی ثبوت پیش کئے' وہ اتنے بودے اور ناکافی تھے کہ ان کی بنیاد پر کسی کو سزا مل ہی نہیں سکتی تھی۔ عدالت نے بابری مسجد کی مسماری کی منہ بولتی تصویروں کو یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ ''پریس فوٹو گرافروں نے جو تصویریں کھینچیں وہ اخبارات میں شائع ہوئیں مگر اس کے نگیٹو عدالت میں پیش نہیں کئے گئے اور نہ ہی انہدام کی ویڈیوز فورینسک جانچ کے لیے بھیجی گئیں۔''

یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ بابری مسجد انہدام سازش کی جانچ گزشتہ 28 برسوں سے وہی سی بی آئی کر رہی تھی، جس کے بارے میں سپریم کورٹ نے ایک موقع پر کہا تھا کہ ''یہ پنجرے میں قید ایک ایسا طوطا ہے جو صرف اپنے مالک کے اشارے پر ہی زبان کھولتا ہے۔'' یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس وقت اس طوطے کا مالک کون ہے اور یہ کس کے پنجرے میں قید ہے۔ جو لوگ بابری مسجد پر ہونے والے ظلم اور ناانصافی کی تاریخ سے آگاہی رکھتے ہیں، ان کے لئے سی بی آئی عدالت کے خصوصی جج سریندر کمار یادو کا فیصلہ حیرت انگیز نہیں ہے۔ میں خود کو ان لوگوں میں شمار کرتا ہوں جنھوں نے گزشتہ تقریباً 36 برسوں کے دوران اس تنازعہ کے تمام پہلوؤں کا نہ صرف باریکی سے جائزہ لیا ہے بلکہ 1987 اور 1989 میں دومرتبہ بابری مسجد میں داخل ہوکر اس کی پوری کیفیت سے اپنے قارئین کو روشناس بھی کرایا تھا۔

بابری مسجد تنازعہ کی پوری تاریخ اس ملک میں ظلم اور ناانصافی کی تاریخ ہے۔ مورتیاں رکھے جانے سے لے کر بابری مسجد کی ظالمانہ شہادت اور اس کی اراضی مندر کو دیئے جانے تک' اگر آپ اس تنازعہ کا سرسری مطالعہ بھی کریں تو اس میں آپ کو ظلم اور ناانصافی کے سوا کوئی عنوان نظر نہیں آئے گا۔ لیکن اس حقیقت کو جاننے کے باوجود مجھے نہ جانے کیوں یہ خوش فہمی تھی کہ بابری مسجد انہدام سازش کیس میں سی بی آئی عدالت ان لوگوں کی سزا ضرور طے کرے گی جنھوں نے 6/دسمبر 1992ء کو دن کے اجالے میں بابری مسجد کو شہید کیا تھا۔ اس خوش فہمی کی بنیاد یہ تھی کہ اڈوانی، جوشی، اوما بھارتی اور ونے کٹیار جیسے لوگ' جنھوں نے اس گھناؤنے جرم کے لئے لاکھوں کارسیوکوں کو اکسایا تھا، نہ صرف موقعہ واردات پر موجود تھے بلکہ کارسیوکوں کا حوصلہ بھی بڑھا رہے تھے۔ اس گھناؤنے جرم میں ان کی شمولیت اتنی نمایاں تھی کہ اس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ لیکن جب گزشتہ 30/ستمبر کو لکھنؤ میں سی بی آئی کی خصوصی عدالت نے ان تمام ملزمان کو باعزت بری کرتے ہوئے ان کے بارے میں یہ کہا کہ ''ان لوگوں نے دراصل کارسیوکوں کو کنٹرول کرنے اور بابری مسجد کو بچانے کی کوشش کی تھی'' تو میری طرح ان لاتعداد لوگوں نے اپنی انگلیاں دانتوں تلے دبالیں جو سیاہ اور سفید میں فرق کرنا جانتے ہیں۔

عدالت نے ان ملزمان کو بری کرتے ہوئے اس جرم کا قصور "نامعلوم "لوگوں کے سر ڈالا ہے اور کسی بھی قسم کی سازش کی تھیوری کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا ہے۔ عدالت کو اڈوانی اور جوشی کی کسی اشتعال انگیز تقریر کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملا بلکہ جرح سے یہ ثابت ہوا کہ ان لوگوں نے ''امن'' قائم کرنے کی اپیل کی تھی۔ عدالت نے یہ بھی کہا کہ کوئی بھی گواہ ''ڈھانچہ'' گرانے یا افراتفری پھیلانے والوں کو پہچان نہیں پایا۔ وہاں موجود سیکورٹی افسران اور فورس نے کسی بھی ایسے شخص کو نہیں پکڑا جس کے پاس گینتی، پھاوڑا یا کوئی ہتھیار ملا ہو اور اس کا نتیجہ عدالت نے یہ نکالا کہ ''ڈھانچہ'' نامعلوم لوگوں نے گرایا۔ اب سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ یہ ''نامعلوم'' لوگ کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے؟ ان کا مقصد کیا تھا اور وہ کس قسم کا لباس پہنے ہوئے تھے؟ ان تمام سوالوں کا کوئی جواب عدالت یا تحقیقاتی ایجنسی نے نہیں دیا۔ ہاں کچھ اشارہ پاکستان کی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کی طرف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ کارسیوکوں کے بھیس میں وہاں کچھ دہشت گرد اور سماج دشمن عناصر داخل ہوگئے تھے۔

عدالتی فیصلے کا سب سے دلچسپ پہلو وہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''ملزمان نے متنازعہ احاطہ میں ایسا کوئی کام نہیں کیا، جس سے دوسرے فرقہ کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچی ہو'' فیصلے میں کہا گیا ہے کہ ''6/دسمبر کے لئے کارسیوکوں میں جوش واشتعال تھا تو مسلم فرقہ کے کچھ لوگوں نے جان بوجھ کر قبروں کو نقصان پہنچا کر فرقہ واریت کے شعلے بلند کئے تھے۔ حاجی محبوب اور ہاشم انصاری نے اپنے لوگوں کو بھڑکایا تھا'' یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حاجی محبوب اور ہاشم انصاری بابری مسجد مقدمے کے سب سے پرانے مدعی تھے۔ عین ممکن ہے کہ ان ہی کے بھڑکانے کے نتیجے میں بابری مسجد مسمار ہوگئی ہو اور سنگھ پریوار کے لوگ وہاں امن کی فاختائیں اڑا رہے ہوں۔ سی بی آئی اگر اپنے ذہن پر کچھ اور زور ڈالتی تو وہ امن کی ان فاختاؤں کو بطور گواہ پیش کرسکتی تھی۔

جب دہلی میں لبراہن کمیشن کے روبرو بابری مسجد انہدام سازش کیس کی سماعت چل رہی تھی تو مجھے اس کی کئی نشستوں میں شرکت کا موقع ملا اور میں نے اس دوران کئی گواہوں کے بیانات سنے۔ جسٹس منموہن سنگھ لبراہن کی قیادت والے یک نفری کمیشن نے 2009 میں اپنی رپورٹ اس وقت کے وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کو سونپی تھی۔ اس رپورٹ میں واضح طور پر ان تمام ملزمان کو مجرمانہ سازش میں شریک بتایا گیا تھا جنھیں سی بی آئی کی خصوصی عدالت نے آج قطعی ''بے قصور'' قرار دے کر بری کردیا ہے۔ سی بی آئی عدالت کا فیصلہ آنے کے بعد جسٹس منموہن سنگھ لبراہن نے ایک بار پھر یہ کہا ہے کہ ''میرے سامنے جو بھی ثبوت پیش کئے گئے تھے، ان کی بنیاد پر میں اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ یہ ایک سازش تھی اور میں آج بھی اس پر اصرار کرتا ہوں۔ انھوں نے ''انڈین ایکسپریس'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ بات بالکل واضح تھی کہ بابری مسجد ایک سازش کے تحت گرائی گئی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ اوما بھارتی نے واضح طور پر اس کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ بابری مسجد کو نامعلوم طاقتوں نے مسمار نہیں کیا تھا بلکہ یہ معلوم انسانوں کا کام تھا۔''

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ بابری مسجد کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی سازشیں کئی سطحوں پر رچی گئی تھیں۔ یہ بات بھی سبھی کو معلوم ہے کہ یہ ایک سیاسی سازش تھی جس میں سنگھ پریوار اور بی جے پی کے لوگ گردن تک ڈوبے ہوئے تھے۔ آج بھی اس سازش میں ان لوگوں کی شمولیت کے اتنے ٹھوس ثبوت موجود ہیں کہ اگر انھیں صحیح ڈھنگ سے پیش کیا جائے تو دنیا کی کوئی بھی عدالت بہت آسانی کے ساتھ مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچا سکتی ہے۔ یہ ثبوت اتنے اہم اور ناقابل تردید ہیں کہ انہیں جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ لیکن اسے آپ کیا کہیں گے کہ سی بی آئی نے خصوصی جج کے روبرو جو ثبوت پیش کئے عدالت نے انھیں ''فرضی'' پایا اور حقارت سے مسترد کردیا۔ ظاہر ہے عدالتیں ثبوتوں کی بنیاد پر ہی فیصلے صادر کرتی ہیں اور ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ کسی مہذب معاشرے میں اگر کوئی عدالت ملک کی سب سے بڑی جانچ ایجنسی پر فرضی ثبوت پیش کرنے کا الزام لگاتی ہے تو یقیناً یہ تبصرہ اس ایجنسی کو ہمیشہ کے لئے بند کرنے اور جانچ کرنے والے افسران کے خلاف قدم اٹھانے کے لئے کافی سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ بابری مسجد شہید ہوئی اور جن لوگوں نے اس گھناؤنے جرم کو انجام دیا انھیں وہاں جمع کرنے اور اکسانے کا کام ان ہی لوگوں نے کیا جن پر 28/برسوں تک مقدمہ چلا اور وہ قانون کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے رہے۔ اپنی اس بدکاری پر فخر کرنے والے انہی لوگوں کو جب لکھنؤ کی عدالت میں طلب کیا گیا تو سبھی 32 ملزمان نے ایک ہی اسکرپٹ عدالت میں دوہرایا اور وہ یہ تھا کہ ''ان کا بابری مسجد کی مسماری میں کوئی رول نہیں ہے۔ انھیں اس معاملے میں ایک سیاسی سازش کے تحت پھنسایا گیا ہے جو کانگریس حکومت نے رچی تھی۔'' جبکہ دنیا جانتی ہے کہ بابری مسجد کی مسماری ایک طے شدہ سیاسی منصوبے کا حصہ تھی اور اس کے لئے برسوں سے ماحول سازی کی جارہی تھی۔ بابری مسجد کی شہادت کے بعد پورے ملک میں جو فسادات پھوٹے اس میں ہزاروں بے گناہوں کی موت ہوئی اور اربوں روپے کی املاک لوٹی اور جلائی گئیں۔

لال کرشن اڈوانی نے سومناتھ سے ایودھیا تک جو رتھ یاترا نکالی اس کے نعرے اتنے اشتعال انگیز اور ڈراؤنے تھے کہ اگر انھیں ہی بطور ثبوت عدالت میں پیش کیا جاتا تو کوئی نتیجہ نکل سکتا تھا۔ بابری مسجد انہدام کے وقت اوما بھارتی نے کہا تھا کہ ''ایک دھکا اور دو۔ بابری مسجد توڑ دو۔'' لیکن سی بی آئی یہ نہیں بتا سکی کہ یہ نعرہ اور اس قسم کے دیگر اشتعال انگیز نعرے وہاں کس نے لگائے تھے۔ سی بی آئی کے کردار کو دیکھ کر صاف اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے یہ پورا مقدمہ ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچانے کی بجائے انھیں بچانے کے لئے لڑا۔ یہی وجہ ہے کہ عدالت نے اس پر فرضی ثبوت فراہم کرنے کا سنگین الزام لگایا۔ اب سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ کیا سی بی آئی عدالتی فیصلے کو اعلیٰ عدالت میں چیلنج کرے گی تو اس کا ایک ہی جواب ہے کہ جب اس کے پاس اپنا الزام ثابت کرنے کا کوئی ثبوت ہی نہیں ہے تو وہ کس بنیاد پر اس کام کو انجام دے گی۔ یہ کام تو وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جنھیں اس ملک میں جمہوریت اور انصاف کی بقا مقصود ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah
اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)